بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاتِ طیبہ

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ضروری مسائلِ تصوف

— مؤلفہ —

حضرت قبلہ سید آلِ نبی پیرزادہ ایم۔ اے (علیگ) علیہ الرحمہ

حواشی و ضمیمہ

جناب محمد صدیق فانی

باہتمام: پیرزادہ سید محمد سراج معینی اجمیری مدظلہ العالی

سجادہ نشین: سکندر آباد (شجاعباد) حال مقیم خانیوال

شائع کردہ

انجمن معینیہ چشتیہ سراجیہ خانیوال

تعارف مؤلف

والد مرحوم قبلہ سید آلِ نبی علیہ الرحمۃ پیرزادہ ایم۔ اے بی ٹی (علیگ) نے اپنی ستّر سالہ زندگی میں سے ۴۰، ۴۵ سال اسلامی تعلیمات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، اہلِ بیت اطہار، صحابہ کبار اور اولیاء کرام کی سیرؔ کے مطالعہ میں صرف کئے، ہندو پاکستان کے مختلف شہروں میں ان موضوعات پر تقریباً ۳۰ سال تقاریر کیں، اس طویل مطالعہ کے بعد کئی مسوّدات تیار کئے، جو ابھی زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئے۔ موجودہ تالیف اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے جو طبع ہو رہی ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بقیہ مسوّدات کی اشاعت کی توفیق دے۔ مَیں قارئین اور تالیف کے درمیان زیادہ حائل نہیں ہونا چاہتا۔ شکریہ

نیازمند

سیّد آلِ مزمّل

اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج

آف سائنس، وحدت روڈ، لاہور

۲۷ نومبر ۱۹۹۶ء / ۱۴۱۶ھ

تعارف تالیف

نہ من برآں گُلِ عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند

سُلطان التارکین حضرت خواجہ غریب نواز چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت طیبہ پر وابستگان خاندان چشتیہ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، اُردو زبان میں کئی تالیفات موجود ہیں، موجودہ تالیف کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ یہ ایک خانہ زاد کی طرف سے ان کی خدمت میں ایک ہدیۂ عقیدت ہے۔

"گر قبول اُفتد زہے عزو شرف"

پیرزادہ محمد سراج مُعینی اجمیری عفی عنہٗ
سجادہ نشین: سکندر آباد (شجاع آباد)
حال مقیم خانیوال

۲۷ نومبر ۱۹۹۷ء / ۱۴۱۸ھ

بدلنے کو جہاں بدلے زمین و آسماں بدلے
نہ ہم نے کارواں بدلے نہ میر کارواں بدلے

انتساب

بنامِ پاکِ حضرت خواجہ، آفتابِ چشتیاں حضرت
خواجہ محمد سلیمان تونسوی[۱] علیہ الرحمۃ
نائب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف عاصی

۱۔ خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشہور بزرگ ہیں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامیؒ (م ۱۲۰۵ھ) کے مرید اور خلیفہ تھے آپ کی ذات ستودہ صفات کی وجہ سے پنجاب میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ ۷ صفر ۱۲۶۷ھ کو وصال ہوا۔ مزار پُر انوار تونسہ شریف (پاکستان) میں مرجع خلائق ہے۔

(تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ص ۳۷۵ طبع لاہور)

تا حدیثِ تو کنم بزمِ سخن می سازم!
ورنہ در خلوتِ ما انجمنے نیست کہ ہست

بحضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

تجلّیاتِ رُخِ کبریا غریب نوازؒ
وعکسِ پاک رُخِ مصطفیٰ غریب نوازؒ

نشاط بخشِ دلِ فاطمہ غریب نوازؒ
سرورِ جان و دل مرتضیٰ غریب نوازؒ

شبابِ گلشنِ آلِ عبا غریب نوازؒ
فروغِ خانۂ مُشکل کشا غریب نوازؒ

معینِ دینِ نبی، خواجہ معین الدینؒ
امام و پیش رو اصفیا غریب نوازؒ

عطائے حضرتِ عثمان ہرّونی[۱] ذاتت
صلائے عام بخوان شما غریب نوازؒ

بحالِ زارِ من خستہ یک نظر خواجہ
تو ئی کہ جان ہمہ اتقیا غریب نوازؒ

سکونِ جانِ حزیں خواجہ معین الدینؒ
دوائے دردِ دل مُبتلا غریب نوازؒ

فرازِ منبرِ احمد ترا ہمی زیبد
طرازِ مسندِ خیر الوریٰ غریب نوازؒ

تُرا کہ عارفِ مضطر ندا زند خواجہؒ
شنو طفیلِ رسولِ خُدا غریب نوازؒ

---

۱ ہاروَن: مشہد مقدس (ایران) کے قریب ایک شہر ہے، ہروَنی صفت نسبتی کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ (معین الارواح ص ۱۲ طبع اجمیر شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

میں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کی دہلیز پر زندگی کے ۲۵ سال گزارے ہیں اور ۲۵ عُرس دیکھے ہیں۔ اس لئے ہر سال اس دُورافتادگی میں جب ایّام عُرس آتے ہیں تو سازِ عقیدت کے تاروں میں سنسناہٹ پیدا ہو جاتی ہے، احباب بھی اپنے اپنے مضراب سے ان میں آہٹ پیدا کرتے رہتے ہیں مقصد یہ ہوتا ہے کہ یادآوری کے لئے کوئی مختصر محفل کا پروگرام ہو۔ اس دفعہ میرے ایک چشتی بھائی ہمسایہ نے اس سازِ عقیدت کو اس بے دردی سے چھیڑا کہ صبر نہ ہو سکا، درمانِ طلبی میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی یاد منانے کے لئے ایک مختصر محفل کا پروگرام کیا، یہ تو بیداری کی بات ہے، کچھ خواب کی بات بھی ہے تفصیل کی حاجت نہیں اتنا محسوس ہوا کہ اس پروگرام کے لئے ؎

دستِ ناپیدا گریباں می کشد!
من پئے دست وگریباں می روم

یہ باطنی تحریک اشاعت دین اور اشاعت سلسلہ کے مقصد سے ہوتی ہے ورنہ بزرگوں کا مقام تو یہ ہے۔ ؎

طمعِ فاتحہ از خلق نداریم نیاز است
عشق من از پس من فاتحہ خوانم باقی

توفیق الٰہی نے بڑا ساتھ دیا، مختصر وقت میں ایک مقالہ بھی تیار ہو گیا۔

اس میں اہلِ محبت کی رسمیاتِ محبت اور رسمیاتِ عرس کے شرعی جواز کا ذکر بھی ہے۔ کچھ تصوف کے دیگر ضروری اور دلچسپ عنوانات بھی ہیں۔ خواجہ علیہ الرحمۃ کی مختصر سیرت اور آپ کا شاہکارِ تبلیغ بھی ہے کچھ آستانہ عالیہ کے حالات بھی، بہر حال یہ سب کچھ مِل کر بھی میری نذرِ عقیدت کی متاعِ قلیل ہی ہے اس لئے سازِ دل کی آواز یہ بھی ہے۔

ے چہ بود متاعِ خسرو کہ کنند نثارِ جاناں
مگسے چہ طمعہ دارد بہ دہانِ باز کردن

ایسے مقالہ کی اس زمانہ میں ضرورت بھی تھی، خصوصاً اس لئے کہ بعض مغرب زدہ لوگ اپنی کم علمی اور کم فہمی سے تصوف اور متصوفین کو سمجھنے کی بجائے ان پر اعتراضات شروع کر دیتے ہیں، مناسب ہے کہ اس پیش لفظ میں اس کا تھوڑا سا ذکر کر دیں، اس سے اس مقالہ کے لئے ذہن بھی مستعد[1] ہو جائیگا۔

تمام اہلِ طریقت، صوفیا رکرام کو اہل اللہ اور اولیاء اللہ کے نام سے پکارتے ہیں اور اولیاء کی اصطلاح قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ آیات ملاحظہ ہوں جو سورۃ یونس میں وارد ہیں۔

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ[2]

ترجمہ:- خبردار ہو جاؤ کہ بے شک اولیاء اللہ[3] (اللہ کے دوست)، پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ وہ (قوی) ایمان کے ساتھ اللہ سے ڈرنے والے اور پرہیزگاری کرنے والے ہیں، انہیں دُنیا اور آخرت کی زندگی

لے آمادہ، تیار ۲ے پ ۱۱ ۳ے ولی کی جمع اولیا

میں خوش خبری ہے اللہ کا یہ اصول بدل نہیں سکتا یہ بڑی کامیابی ہے۔"

یہ کسی انسانی گروہ کا عطا کردہ لقب نہیں، اولیاء اللہ کے مناقب کی آیات قرآن کریم میں وارد ہیں، ان کی کچھ تفصیلات ہمارے مقالہ میں بھی ہیں۔ جس پاکیزہ گروہ کے مناقب قرآنِ کریم میں ہوں اس کے فضل و شرف کا کیا کہنا۔

اس وقت ہم قوم کے مغرب زدہ عنصر کو بھی مخاطب کرتے ہیں اور ساتھ ہی اُن نام نہاد مشرقی علماء کو بھی جن کو اہلِ ظاہر کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ تزکیہ نفس، ذکرِ کثیر اور کتاب[1] و سنّت کی روشنی میں مجاہدات سے بھی وُہ بے نیاز ہیں وہ اس غیبی ندا، اور پکار پر غور ہی نہیں کر سکتے جو طور کی وادیٔ محبت سے ہوئی تھی اور ہوجایا کرتی تھی حالانکہ پُکارنے والے نے اپنی اس محبت کی آواز کو جریدۂ[2] عالم پر ان الفاظ میں ثبت کر دیا ہے۔

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ [3]

ترجمہ: ہم نے اس کو دامنِ طور سے پُکارا جو بابرکت تھا اور ہم کلامی کا شرف عطا کیا۔"

اولیاء اللہ کے مختصر تعارف کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ وُہ پاکیزہ ہستیاں ہیں جنہوں نے کتاب و سنّت پر اس طرح عمل کیا کہ اس جامع ہدایت عظمیٰ کا کوئی گوشہ تشنۂ عمل نہ رہا۔ ان کی اس نکوکاری پر خود باری تعالیٰ نے خوشنود ہو کر فرمایا:۔

يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ط [4]

اور کبھی فرطِ شفقت سے فرمایا:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [5]

---

[1] قرآن کریم اور احادیث نبویہ [2] دُنیا کا اخبار [3] پ ۱۶ سورۃ مریم۔ [4] آلِ عمران پ ۴ [5] سورۃ آلِ عمران پ ۴۔

کبھی کرم گستری کے طور پر فرمایا :

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ [1]

ایسے اکابر کے طرزِ زندگی کو اعتراض کی نظر سے دیکھنے والے کتاب و سُنّت کی تفصیلات اور ان کے تحت حسنِ عمل کی جامعیّت سے نا آشنا ہیں وہ جاہل ان اکابر کا استغراقِ دینی سمجھ ہی نہیں سکتے، وہ اپنی شکستہ حال اسلام فہمی کو اسلام سمجھتے ہیں، اور اتراتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ صرف رونقِ کلب ہیں یا رونقِ محراب و منبر، اس لئے ہی تو یہ لوگ اولیاء اللہ کی گوشہ نشینی کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ متصوفین نے لوگوں کو کاہلی کی زندگی کی ترغیب دی ہے، کبھی کہتے ہیں کہ متصوفین نے رہبانیت کی زندگی بسر کی، جو منشاءِ قرآن کے خلاف ہے۔ یہ بدنصیب اس زندگی کو رہبانیّت اسلئے کہتے ہیں کہ خود اِن سے غارِ حرا کی عبادت بن نہیں پڑتی۔

اب ہم مختصر طور پر ان اکابر کی گوشہ نشینی، ان کی پاکیزہ عملی زندگی، ان کے نصب العین، ان کی خلوت در انجمن، ان کی انجمن در خلوت کی وضاحت کے لئے چند آیاتِ قرآن حکیم پیش کرتے ہیں تاکہ معترض لوگ مرنے سے پہلے توبہ کر سکیں اور حشر کی رسوائی سے بچ سکیں۔

[1] ان اکابر کی زندگی اس امر کی آئینہ دار ہے کہ ہمہ وقت ان کا نصب العین کتاب و سنّت کا اتّباع [2] ہوتا ہے۔ اسی اتباعِ سُنّت کے مقصد سے یہ بزرگ حضور

---

[1] سورۃ یونس پ ۱۱   [2] حضرت ابوالحسن خرقانی رح فرماتے ہیں: "شیخ کامل وہ ہے جو سر سے قدم تک خدا کی یاد میں ہو اور متابعت سنّتِ نبوی سے باہر نہ ہو" حضرت بایزید بسطامی رح فرماتے ہیں: "جو شخص بے اتّباع شریعت اپنے آپکو صاحبِ طریقت کہے وہ کاذب ہے۔ اس لئے کہ طریقت بغیر اتباع شریعت (کتاب و سنّت) ہرگز حاصل نہیں ہوتی"

حضرت جلال الدین جہانیاں جہاں گشت رح فرماتے ہیں: اس وقت تک کوئی فرد درجۂ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی رفتار اور گفتار و کردار میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش پا کی اتباع نہ کرے۔ (الفقر فخری، اولیاء بہاولپور)

صلی اللہ علیہ وسلّم کی غارِ حرا کی عبادت کے اسلوب پر ایک خاص عرصہ تک گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں تاکہ بارگاہ قدس سے اپنی بندگی کا حسنِ قبول الہامی طور پر محسوس کرلیں، ان کا یہ عمل ترک ماسوی اللہ قرآن کریم کے اس حکم کے تحت ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ؕ [1]

ترجمہ: اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اس کے ہو رہو"

کیا یہ کاہلی ہے؟ کیا یہ رہبانیّت ہے؟

کیا یہ قرآن کے منشاء کے خلاف ہے۔

۲ معترض لوگ ان اکابر کی تسبیح و تہلیل اور ان کے ذکر کثیر پر اعتراض کرتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز کافی ہے، ہم ان کے جواب میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ہے وہ حکم جس کی بنا پر ذکرِ کثیر کی ضرورت ہے۔

وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ [2]

ترجمہ: اللہ کا ذکر (اللہ کی یاد) کثرت سے کرو کہ فلاح پاؤ۔

۳ بد باطن اور بدکیش ان اکابر کے مجاہدات پر بھی اعتراض کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ رہبانیّت ہے ان مجاہدات کی تائید میں ہم قرآن کریم کا یہ حکم پیش کرتے ہیں، کاش! وہ معترض خود ہی اس حکم کو قرآن کریم میں دیکھ لیتے۔

وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ [3]

ترجمہ: اللہ کی راہ میں محنت کرو جیسا کہ محنت کا حق ہے۔

۴ اہل اللہ جس تزکیۂ نفس میں مصروف رہتے ہیں، اس کی اہمیت قرآن کے الفاظ میں سن لو، کاش! ساری اُمّت اس سے بہرہ مند ہوتی، کیونکہ ترغیب قرآنی ساری امت کے لئے ہے۔

---

[1] سورۃ مزمل پ ۲۹ [2] سورۃ جمعہ پ ۲۸ [3] سورۃ الحج پ ۱۷

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۱؎

ترجمہ : وہ بامُراد ہے جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔

مذکورالصدر تفصیلات کے بعداب معترض سے صرف یہ کہنا باقی ہے۔ کہ

؎ چشمِ بد اندیش کہ بر کندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

اچھا ہمارے معترض تک ایک بات اور بھی ہماری طرف سے پہنچ جائے اور

وہ یہ خطاب ہے۔ ؎

بے نیاز دوست اِ ہے یہ رونقِ دُنیا غلط
گُل غلط، گُلشن غلط، بُلبل غلط، نغمہ غلط
جب کہ تفسیرِ کلام اللہ نہیں ہے یہ زندگی
ہم غلط، رہرو غلط، رہبر غلط، رستہ غلط

سوال یہ ہے کہ وہ زندگی جو تفسیرِ کلام معلوم ہو کون سی ہے؟

کتاب اللہ کا مورد قلب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ پوری تاثیرات قرآنی قلب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں موجود ہیں۔ اقوال رسول اور اعمالِ رسول ان جملہ تاثیرات سے لبریز ہیں۔ اتباعِ سُنّت کے ذریعہ یہ تاثیراتِ قرآنی اولیاء اللہ کی زندگی میں صبغۃ اللہ ۲؎ کا رنگ پیدا کر دیتی ہے۔

۱؎ سورۃ شمس پ ۳۰

۲؎ یہود کی رسم تھی کہ جب کوئی ان کے دین میں داخل ہوتا تو اس کو رنگدار پانی سے غسل دیتے پھر عیسائیوں نے بھی یہ طریقہ اختیار کرلیا اور پھر یہ سمجھتے تھے کہ اس پر یہودیت اور عیسائیت کا رنگ چڑھ گیا ہے قرآن کہتا ہے کہ بھلا یہ ناپائیدار رنگ بھی کوئی رنگ ہے جس پر تم اُتراتے ہو اور اللہ کا رنگ تو توحید خالص کا رنگ ہے جس کو چڑھانے والے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد اول)

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ؎۱

یہی زندگی تفسیر کلام اللہ ہوتی ہے۔ کلام اللہ کے جو خواص ہوتے ہیں وہ اس زندگی میں اس طرح پیوست ہو جاتے ہیں جس طرح رُوح جسم کے ساتھ پیوست ہو جاتی ہے۔

اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کلام اللہ کے خواص اور تاثیرات کیا ہیں؟ اس کا جواب عنقریب ہم قرآن کریم ہی سے دینے والے ہیں، اور قرآن کریم ہی کی چند آیات ثبوت ہی میں پیش کرنے والے ہیں۔ ان آیات سے یہ مسئلہ روشن ہو جائے گا اور ساتھ ہی یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اولیاء اللہ کے قول و فعل سے اور اشارات چشم و ابرو سے یہ تاثیرات قرآنی واضح ہوتی رہتی ہیں، یہی تاثیرات قرآنی حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و ارشادات اور پوری سیرت طیبہ میں موجزن تھیں، یہی وجہ ہے کہ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی تبلیغ دینی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ دینی کا ہو بہو عکس ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نائب رسول فی الہند (جو آپ کا مسلمہ لقب ہے) کے حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات سے بہت ہی زیادہ مشابہ ہیں۔ زیر بحث مضمون بعض کلام الہٰی کی تاثیرات کو لکھنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ہم یہ باب بھی مرتب کریں گے۔ "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نائب رسول کے حالات میں مشابہت"

فی الحال ہم تاثیراتِ قرآنی اور خواجہ غریب نواز کے باب میں کچھ عرض کر دیں تو اچھا ہے پورے برّعظیم ہند کو خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے اس عظیم الشان کارنامہ تبلیغ پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ حامل قرآن میں قرآنی تاثیرات آ ہی جاتی ہیں اس مادی دَور میں ہم برقی تاثیرات اور برقی خواص سے واقف ہو گئے ہیں۔ کہ برق اور بجلی سے کیا کیا عجیب کام لیے جا سکتے ہیں۔ ریڈیو کے خواص سے بھی واقف ہیں۔

؎۱ سورۃ بقرہ پ اوّل

اور اس کے کارناموں کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ ایٹم کے خواص کو بھی جان لیا ہے اس کے اثرات بھی دیکھ لیے ہیں۔

یہ سب چیزیں اُس قادر و قیوم اور خالق کُل کی پیدا کردہ اشیاء ہیں۔ وُہ قادرِ مطلق جو آسمان و زمین اور آفتاب و مہتاب جیسی چیزوں کا خالق ہے، جب صورت حال یہ ہے تو صاحب[1] طور پر عیاں ہے کہ اُس قادرِ مطلق کے خود اپنے کلام مقدس میں کیا کیا عظیم الشان تاثیرات ہوں گی اور پھر وہ ہستی جو اسکے کلام کی تاثیرات کو اپنا لے اس کے قلب اور اس کی زبان کی تاثیرات کا کیا عالم ہو گا۔ خود جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا روز اول ہی بتا دیا تھا کہ ہمارا قلب موردِ کلام الٰہی ہے اور ہماری زبان قرآن سرا اور قرآن خواں ہے تو ہم اشارۂ انگشت سے چاند کے دو ٹکڑے[2] بھی کر سکتے ہیں اور غروب شدہ آفتاب[3] کی فوری بازگشت بھی کر سکتے ہیں۔ کفّار مکہ خود فرعون صفت ہیں ان کو بدر[4] کے میدان میں ایک مشتِ خاک سے شکست بھی دے سکتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثابت کر دیا کہ ہم تو سیّد الانبیاء ہیں، اتنا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کر سکتے ہیں کہ نامِ الٰہی کی برکت سے مردوں کو زندہ[5] کر دیں، یہ سب اللہ کے نام کی برکت، اس کے کلام کی تاثیر اور اس کی خود عطا کے کرشمے ہیں۔

---

[1] حضرت موسیٰ علیہ السلام [2] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۳۲۷ طبع کراچی (اردو)

[3] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۳۲۰ [4] جنگِ بدر ۱۷ ر رمضان المبارک سنہ ۲ھ میں مقام بدر پر ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ اور کافروں کی تعداد ۹۵۰ تھی خالقِ کائنات نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی، بدر ایک کنواں کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے اسّی میل کے فاصلے پر ہے چونکہ یہ لڑائی اس کنویں کے قریب ہوئی اسلئے اس کو غزوۂ بدر کہتے ہیں۔ (تاریخِ اسلام از محمد میاں)

[5] القرآن

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے توسّل سے، اللہ تعالیٰ کے نام اور اللہ کے کلام کی تاثیرات اہلِ طریقت کے سرخیل، ابوالاولیاء جناب علی المرتضیٰ کو بھی حاصل تھیں اور اس توسّل سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ اور دیگر اکابر اولیاء کو بھی حاصل تھیں۔

اس لیے اگر ہم یہ دیکھیں کہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زبردست کافر قوم اور کافر مُلک بسنے والی، ہندوستانِ قدیم کی کایا پلٹ دی اور اس قوم سے ظلمتِ کفر کو دُور کر کے اس کو نورِ اسلام سے منوّر کر دیا تو یہ کونسی تعجّب کی بات ہے جب کہ ہم یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ خواجہ غریب نوازؒ کا اس مُلک میں آنا اشارۂ نبوی سے تھا اور اشارۂ نبوی اشارۂ خداوندی سے ہوتا ہے اسلئے گویا خواجہ غریب نوازؒ امرِ ہدایت کے لیے مامور من اللہ[۱] تھے۔ اس تمہید کے بعد یہ کام آسان ہو گیا کہ ہم حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی زبان مبارک کی تاثیرات کو سمجھا دیں اس مہم کے لیے اب صرف یہ کافی ہو گا کہ ہم قرآن کریم کی اسناد سے قرآن کریم کی تاثیرات بیان کر دیں تاکہ پھر اسلام کے بہتّر (۷۲) فرقوں میں سے کوئی فرقہ ان تصرفات کا انکار نہ کر سکے جو قرآن کریم کی تاثیرات کے اپنانے سے من جانب اللہ حاصل ہوتے ہیں۔

ماحصل یہ ہے کہ جو ہستیاں اس کلامِ الٰہی کو مجاہدات اور تزکیۂ نفس کے ساتھ اپنا لیں گی ان کے قلب کو، ان کی نظر کو اور ان کی زبان کو وہ تاثیرات حاصل ہو جائیں گی جو کلامِ قادر و قیوم میں مستور ہیں۔

اب غور کیجیے اور تاثیراتِ قرآنی کو سمجھ لیجیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ[۲]

---

[۱] اللہ کی طرف سے مقرر ہونا۔ [۲] سورۃ حشر پ ۲۸

ترجمہ: اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اس پہاڑ کو خوفِ خدا سے دبنے والا اور پھٹ جانے والا دیکھتے۔"

پھر دوسری جگہ ارشاد باری ہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا [1]

ترجمہ: اگر کوئی قرآن ہے کہ جب اس کو پہاڑوں پر پڑھا جائے تو وہ جنبش کر کے چل پڑیں اور اگر زمین پر پڑھا جائے تو وہ پارہ پارہ ہو جائے اگر مُردہ دلوں پر پڑھا جائے تو وہ کلام کرنے لگیں، بلکہ ہر امرِ الٰہی اس سے انجام پا جائے تو وہ بھی قرآن ہے۔"

مگر یہ بات یاد رہے کہ جس طرح ظاہری طور پر وضو کے ذریعے ہاتھوں کو اور زبان و دہن کو پاک کرنے کے بعد قرآن کو ہاتھ لگا سکتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ [2] اسی طرح حقیقی تاثیراتِ قرآنی کے لیے رُوح کو تزکیۂ نفس سے پاک کرنا ضروری ہے اور تزکیہ کے اثرات تو پیشانی سے عیاں ہو کر رہتے ہیں اس کے سلسلہ میں ہم ایک واقعہ بھی بیان کر دیں تو اچھا ہے۔ یاد ہو گا کہ نجران [3] کے عیسائی علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق چند سوالات کیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات دیئے اور پھر اظہارِ صداقت کے لیے منشاءِ الٰہی سے مباہلہ [4] قرار پایا۔ حضور پُر نور علیہ السلام مباہلہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا، جناب حسن رضی اللہ عنہ، جناب حسین رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر

---

[1] سورۃ رعد پ ۱۳

[2] سورۃ واقعہ پ ۲۷

[3] نام مقام، جنوبی عرب

[4] مباہلہ میں اظہار صداقت کے لیے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔

مباہلہ کے لیے برآمد ہوئے[1]، چونکہ ان سب کے چہرے تاثیراتِ انوارِ الٰہیہ سے منور تھے، عیسائی علماء مباہلہ کی تاب نہ لا سکے، ان کے سب سے بڑے عالم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم ایسے چہرے اپنے سامنے دیکھتے ہیں کہ اگر یہ پہاڑ کو جنبش کا حکم دیں تو بے شک پہاڑ جنبش کرے گا۔ ہم کو ان سے مباہلہ ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

بہر حال چہروں پر انوارِ الٰہی کا اس قدر شدت سے ہونا ثابت ہے اسلئے کہ یہ اکابر اہلِ بیت نبوت ہیں اور اُس گھر کے ارکان ہیں جو موردِ قرآن ہے۔

اَب ہم پھر اپنے عنوان پر آتے ہیں اور قرآن کریم کی تاثیرات کے ثابت کرنے کے لیے ایک اور آیت پیش کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ[2]

ترجمہ: اللہ نے سب سے اچھی کتاب نازل کی کہ اوّل سے اخیر تک (تعلیمی) یکسانیت رکھتی ہے دوہرے بیان والی ہے (یعنی وعدہ کے ساتھ وعید، امر کے ساتھ نہی) اس کے پڑھنے سے اُن کے بدن پر رونگھٹے کھڑے ہو جاتے جو اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں پھر اُن کی کھالیں (جلدو جسم) اور دل نرم پڑ جاتے ہیں رغبتِ یادِ خدا کے سبب۔"

یاد ہوگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، کے پائے مبارک سے تیر کی نوک (پیکان) پھنس گیا تھا اور کوشش کے باوجود نکلتا نہ تھا وہ صرف حالت نماز میں نکالا جا سکا

---

[1] یہ واقعہ ۲۴ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ میں ظہور میں آیا۔ (تفسیر بیضاوی، مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۶)

[2] سورۃ زمر پ ۲۳

تھا، جب کہ جسم مبارک کی حالت خشیتِ[1] الٰہی کے سبب غیر معمولی[2] ہوگئی تھی۔

غرض متذکرہ بالا آیت سے بھی تاثیرات قرآنی واضح ہیں اور جب خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے تزکیۂ نفس کی منازل میں ان تاثیراتِ قرآنی کو اپنا لیا تو ان کی زبان نورانی کی تاثیرات سے ہندوستان جیسے مُلک کی کایا پلٹ جانا، ظلمت و کفر کی جگہ اس مُلک کا اسلام کے نور سے منوّر ہو جانا بعید نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اب افسوس یہ ہے کہ بہت سے اہلِ ذوق اپنی وجدانی کیفیت میں جھومتے ہوئے چلے گئے اور آج اس عالمِ آب و گِل کی دلدل میں پھنس جانے والے رہ گئے۔ ورنہ تجلیاتِ الٰہی کی تابانی[3] ہر وادیٔ محبت میں آج بھی جھلکتی ہے فیض[4] نے ٹھیک تو کہا ہے ؎

ہاں وادیٔ ایمن بھی ہے وہ ہی	اور ہوش و خرمن بھی ہے وہ ہی
اور بَرق کا مسکن بھی ہے وہ ہی	پر ان سے تمنّا کون کرے

غرض اہلِ تمنّا چلے گئے اور دِل کی دُنیا ویران کر گئے، کسی نے سچ کہا ہے۔

ع تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند

ہمارا پیشِ لفظ طویل ہوگیا اس لیے کہ ”لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم“

اب ہم علامہ محمد اقبال کے ان اشعار پر اپنا پیش لفظ ختم کرتے ہیں جو انہوں نے

---

[1] اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرنا۔

[2] سُنّی فضائل اعمال از علّامہ فخری ص ۱۳۳ طبع لاہور، مثنوی مولانا رومی رح

[3] روشنی، چمک۔

[4] ایک شاعر کا نام

بارگاہِ الٰہی میں اہلِ تمنا کی یاد میں بڑے تاسف[1] کے ساتھ عرض کئے تھے۔ ؎

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے
آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے

آئے عُشّاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اَب انہیں ڈھونڈو چراغِ رُخِ زیبا لے کر

مگر الحمدللہ!

ربّ عرش ہم کو مایوس نہیں کرنا چاہتا، سُن لیجئے! کس قدر حوصلہ افزائی کی بات ہے، ربّ عرش اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کے خزانے عطا کرنے کو اب بھی تیار ہے اور فضاءِ سخاوت سے برابر یہ ندا آرہی ہے۔ ؎

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ — گر کافر و گبر[2] و ترسا[3] بُت پرستی باز آ
ایں درگۂ ما درگۂ نومیدی[4] نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

مؤلف عاصی

---

[1] افسوس، غم کھانا۔

[2] آتش پرست

[3] نصرانی

[4] نا اُمیدی، یاس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرنیوالی ہستیاں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1]

ترجمہ: یا اللہ! ہم کو سیدھا راستہ دکھا، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تیری نعمتیں نازل ہوئیں۔"

ان الفاظ سے واضح ہوا کہ کچھ ہستیاں ہیں جو اہلِ نعمت ہیں اور جو صراطِ مستقیم کی نشاندہی کر رہی ہیں ان کا طرزِ حیات صراطِ مستقیم ہے اسی لیے اُن تک رسائی ذہن اور زندگی میں اُن کی اتباع ضروری ہے۔ یہ وہ ہی دُعا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہم ہر نماز کی ہر ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور حضورِ الٰہ یہی کہتے ہیں: اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم"

آج ایک ایسی ہستی کے حالات کا تجسس ہم کرنا چاہتے ہیں جس کی شان یہ ہے۔ ع بے نشان را نشان معین الدین

جوازِ یوم عُرس

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ

[1] سورۃ فاتحہ پ اوّل

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ [1]

ترجمہ: اور بے شک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی میں لے آئیں اور ان کو "ایام اللہ" کی یاد کے ذریعہ موعظت کریں۔"

"ایام اللہ" سے مراد وہ ایام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مندرجہ بالا آیت سے تذکیر "بایام اللہ" ثابت ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے اسی طرح اکابر دین اور اولیاء اللہ کی آمد اور ان کی آمد سے اجراء فیض کبریٰ نعمت ہے۔ لہذا ان کی پیدائش کا دن، ان کے واصل بحق ہونے کا دن نعمت انوار و برکاتِ الٰہی کے نزول کا سبب ہوتا ہے، لہذا وہ ایام جو محفل میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ذکرِ شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور بزرگان دین کے عرس کے ساتھ منسوب ہیں ان کو منانا جائز ہے بلکہ بہت مستحسن اور موجبِ برکت ہے۔

مندرجہ بالا آیت کی تائید میں اسناد ملاحظہ ہوں۔

"قاموس میں ہے کہ "ایام اللہ" سے اللہ کی نعمتیں مراد ہیں حضرت ابن عباس اور ابن ابی کعب و مجاہد و قتادہ نے بھی "ایام اللہ" کی تفسیر اللہ کی نعمتیں فرمائیں ہیں۔ [2]

---

[1] سورۃ ابراہیم پ ۱۳

[2] حاشیہ کنز الایمان مولانا نعیم الدین مرادآبادی (بحوالہ تفسیر خازن، مدارک) ص ۴۰۹ حاشیہ ۱۲ مطبوعہ لاہور، امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں "اور ان کو خدا کے دن یاد دلاؤ" (یعنی جن ایام میں ان پر نعمتیں نازل ہوئیں)۔
(مفردات القرآن ص ۳۶۲ طبع لاہور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس مذکور الصدر حکم کی تعمیل میں یہی فرمایا تھا، جیساکہ اسی سے اگلی آیت میں وارد ہے۔

"کہ تم یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب اس نے تم کو فرعون والوں سے نجات دی۔"

چنانچہ وہ آیت ملاحظہ ہو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ۔ [1]

ترجمہ: اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب اس نے تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بری مار دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے تھے۔"

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آیت مذکور الصدر کے تحت میلاد النبیؐ کا دن، دس محرم جو شہادتِ حسینؓ سے منسوب ہے اور بزرگوں کا عرس منانا تذکیر "بایام اللہ" میں داخل ہے۔ [2]

اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کا یوم عرس جو آج ہم منا رہے ہیں، تذکیر "بایام اللہ" میں داخل ہے اور موجبِ سعادت و برکت ہے۔"

---

[1] سورۃ ابراہیم پ ۱۳

[2] حاشیہ کنزالایمان (ترجمہ اردو قرآن کریم از مولانا احمد رضا بریلویؒ) صفحہ ۴۰۹ حاشیہ ۱۴ طبع لاہور تاج کمپنی لمیٹڈ۔ (خلاصہ)

یومِ ولادت اور یومِ وصال کی خصوصیّت

ایک ولی اللہ کا یوم وصال نزول برکات کا دن ہوتا ہے ان کی زندگی بھر کی عبادت، ریاضت، شفقت علی الخلق، اور عشقِ الٰہی کی سوزش کے بدلے اللہ تعالیٰ اُن پر اُن کے یومِ وصال سے بطور اجر انوار و برکات کا نزول شروع فرما دیتا ہے۔ چونکہ ان کے یومِ ولادت پر بھی علم الٰہی میں یہ بات ہوتی ہے کہ ان کی پاکیزہ زندگی اعمالِ نیک سے لبریز ہو گی اس لیے ان کے یومِ ولادت میں بھی منجانب اللہ برکت ہوتی ہے۔ حشر کے روز وہ قبر سے اُٹھیں گے اس لیے وہ دن بھی برکت اور رحمت الٰہی سے منسوب ہے۔

قرآنِ کریم میں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلیّہ اور اصول کا اظہار حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے کیا ہے اور تینوں دن یعنی ولادت، رحلت، بعثت کی خصوصیّت اپنے سلام کے ساتھ ظاہر فرمائی ہے اور کیا کہنا اس سلام حق تعالیٰ کا۔ چنانچہ آیت اس بارہ میں ملاحظہ ہو۔

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا [۱]

ترجمہ: اُن پر سلام اُس دن جس دن وہ پیدا ہوئے جس دن اُنہوں نے وصال فرمایا اور جس دن وہ دوبارہ زندہ ہو کر مرقد سے اُٹھیں گے۔"

اسی طرح ان تینوں ایّام کی خصوصیّت اور ان ایام میں ان پر سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ثابت ہے۔ جس کا ذکر قرآنِ کریم میں ان الفاظ میں ہے، آپ فرماتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ

[۱] سورۃ مریم پ ۱۶

اُبْعَثُ حَیًّا ۝ ۱؎

ترجمہ: مجھ پر سلام جس دن میں پیدا ہوا، جس دن میری رحلت ہوئی جس دن میں اپنی مرقد سے اٹھوں گا۔"

انبیاء علیہم السلام کی طرح اولیاء اللہ کے لیے بھی یہ دن خاص رحمت کے ہیں، یہی دن نہیں بلکہ ان کی ساری زندگی سلامتی اور رحمتِ الٰہی کے زیرِ سایہ ہتی ہے، چنانچہ ان پر سلام عام بھی ملاحظہ ہو۔ جو ہمہ وقت جاری ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ ۝ ۲؎

سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ۝ ۳؎

وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۴؎

مقاصدِ عُرس

(۱) رسمِ محبت کی تازگی

مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر اولیاء اللہ کے عُرس کی شرکت سے ہمارا مقصد حصولِ سعادت اور اولیاء اللہ سے رسمِ محبت کی تازگی ہوتا ہے، حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں میں سے ایک یہ بھی دُعا تھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ

ترجمہ: یا اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور ان کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتے ہیں۔"

۱؎ سورۃ مریم پ ۱۶

۲؎ سورۃ الصّٰفّٰت پ ۲۳

۳؎ سورۃ الصّٰفّٰت پ ۲۳

۴؎ سورۃ نمل پ ۱۹

حضور پُر نور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [1]

ترجمہ : انسان (حشر کے روز) اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔

مولانا نیاز احمد بریلوی [2] علیہ الرحمۃ جیسے عارف کامل کا ارشاد ہے۔

ے دارد نیاز حشر خود امید با حسینؑ

با اولیاء است حشرِ محبانِ اولیاء

اس لیے اولیاء اللہ سے محبت رکھنے کے سبب ہم کو بھی ان کی ہم رکابی اور شفاعت کی اُمید ہے اور ہم ان سے ہمیشہ وابستہ اور ملحق رہنا چاہتے ہیں، ایام عُرس میں ان کی سیرتِ طیبہ ہمارے مقصد کی تائید کرتی ہے۔

(ب) کمالاتِ باطنی کی تکمیل

یومِ عُرس کمالاتِ باطنی کی تکمیل کا موقعہ بھی فراہم کرتا ہے اس لیے کہ جُملہ اہلِ مسلک ایک مرکز پر جمع ہو جاتے ہیں، ایک دوسرے سے اپنے اپنے اشکال روحانی بیان کر کے استفادہ کرتے ہیں مراقبہ کے ذریعے توجہاتِ اہل مرقد سے بھی اکتساب فیض کیا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ "ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے" [3]

---

[1] مدارج النبوۃ صـ ۵۲۰ جلد اول، مشکوٰۃ صـ ۴۲۶

[2] سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مشہور بزرگ ہیں ۱۱۷۳ھ میں سرہند (انڈیا) میں پیدا ہوئے حضرت مولانا فخر الدین چشتی دہلوی علیہ الرحمۃ کے مُرید اور خلیفہ تھے، سینکڑوں افراد نے آپ سے روحانی فیض پایا۔ ۱۲۵۰ھ میں وصال فرمایا، مزار مبارک بریلی میں مرجع خلائق ہے۔ (تذکرہ اولیائے پاک و ہند صـ ۳۶۶)

[3] مخزن اخلاق صـ ۶۱ طبع لاہور

اس لیے ایک دوسرے کو دیکھ کر فوق ما فوق ترقی کر سکتا ہے۔ آستانۂ نبوی پر حاضری کا یہ شرف ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ" [1]

یعنی جس نے میری قبر انور کی زیارت کی مجھ پر اس کی شفاعت واجب ہو گئی۔"

اولیاء اللہ بھی سُنّتِ نبوی کے دلدادہ ہوتے ہیں ان کا زائر بھی ان سے شفاعت کی اُمید رکھتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت تو شفاعت کبریٰ ہے مگر اولیاء اللہ اور صالحین کی شفاعت بھی بفضلہٖ تعالیٰ نفع بخش ہے اس لیے کہ:

ع رحمتِ حق بہانہ می جوید

(ج) الحاق صالحین کی تمنّا

سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دُعا ہمارے لیے بڑی موجبِ بصیرت ہے۔ ایک جلیل القدر نبی کس پیارے انداز میں اللہ تعالیٰ سے الحاقِ صالحین کی دُعا کرتا ہے۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ [2]

ترجمہ: اے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے دُنیا اور آخرت میں تو ہی میرا ولی ہے دُنیا سے مجھے مسلمان اُٹھانا اور صالحین کی محبت عطا فرمانا۔"

قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعا بھی الحاق صالحین کی تمنّا ظاہر کر رہی ہے۔

اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ [3]

---

[1] جذب القلوب از شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ صـ ۲۱۴ طبع کراچی (اردو)
دارقطنی، بیہقی، خلاصۃ الوفا

[2] سورۃ یوسف پ ۱۳ [3] سورۃ نمل پ ۱۹

ترجمہ: (یا اللہ جل جلالہٗ) اپنی رحمت سے مجھے اپنے بندگان صالح میں داخل فرما۔"
جب انبیاء علیہم السلام اپنی بلندی مرتبت کے باوجود الحاق صالحین کے لیے
اپنے اللہ سے دعا کرتے ہیں تو ہم بندگان عام کو اس امر کی اس سے بھی زیادہ ضرورت
ہے۔ اور اس لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی اپنے بندگان صالح
میں داخل فرمائے۔ اسی لیے ہم اپنے شیوخ[1] اور صالحین سے اس زندگی میں اور
بعد رحلت قریب رہنا چاہتے ہیں اس لیے ان کی یاد مناتے ہیں ان کا اسوہ پیش نظر
رکھتے ہیں اور عرس یہ موقعہ فراہم کرتا ہے، نیز یہ کہ ہم نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ
میں کہتے ہیں:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[2]

ترجمہ: (یا اللہ) ہم کو سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تیری نعمتیں ہیں۔"
تو صراطِ مستقیم بھی ان اہل اللہ کے نام کے ساتھ منسوب ہے جو اہلِ نعمت
ہیں۔

اولیاء اللہ اور محبتِ الٰہی کا التہاب[3]

اولیاء اللہ کی زبان پر یہ الفاظ ہوتے ہیں:

اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝[4]

واقعہ فوائد الفواد

یہ واقعہ سلسلہ چشتیہ کی ایک مستند کتاب میں ہے، جس میں حضرت خواجہ نظام الدین[5]

---

۱ شیخ کی جمع شیوخ یعنی بزرگ، صالح کی جمع صالحین یعنی نیک لوگ

۲ سورۃ فاتحہ پ اول ۳ بھڑکانا ۴ سورۃ انعام پ ۸

۵ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ ہیں ۶۳۶ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رح کے دست مبارک پر بیعت کی اور خرقۂ خلافت سے نوازے گئے، ۷۲۵ھ میں وصال ہوا۔

محبوبِ الٰہی علیہ الرحمۃ کے ارشادات اور ملفوظات درج ہیں، جس طرح لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مردِ حق اپنی زندگی کو اسی آیت پاک کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ "میری نماز، میری قربانی، میرا مرنا، میرا جینا اللہ ہی کے لیے ہے جو سب عالموں کا پالنے والا ہے"

تو پھر اُس مردِ حق کی شان بقول حضرت سعدیؒ[1] علیہ الرحمۃ یہ ہوتی ہے۔

؎ تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ!

اس تمہید کے بعد ہم وہ واقعہ لکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے ایک دن فرمایا کہ ایک بزرگ ایک دریا کے کنارے پر عبادتِ الٰہی میں مصروف تھے۔ ایک دن اُنہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جو بزرگ دریا کے دوسرے کنارے پر رہتے ہیں اُن کے لیے کھانا لے جاؤ۔ اُس نے کہا دریا حائل ہے اسے کیونکر عبور کروں، فرمایا! دریا سے کہنا کہ اُس شخص کا واسطہ جس نے کبھی اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کی مجھے راستہ دے دو، چنانچہ وہ خاتون کھانا لے کر روانہ ہوئیں، دریا پہ پہنچ کر دریا کے قریب پہنچیں تو وہی جملہ کہہ دیا، دریا پھٹ گیا اور اس کو راستہ دے دیا۔ جب یہ خاتون دوسرے بزرگ کو کھانا کھلا کر واپس آنے کے فکر میں پریشان معلوم ہوئیں تو ان دوسرے بزرگ نے کہا کہ پریشانی کس بات کی ہے عرض کی کہ یہاں آتے وقت تو یہ صورت ہوئی کہ خاوند کا تلقین کردہ فقرہ دریا سے کہہ دیا اس نے راستہ دے دیا، اب واپس جاتے

---

[1] سلسلۂ سہروردیہ کے مشہور بزرگ ہیں، ۵۸۹ھ میں شیراز (ایران) میں پیدا ہوئے علمارِ وقت خصوصًا محدث ابن جوزی بغدادیؒ سے تعلیم حاصل کی، شیخ عمر شہاب الدین سہروردیؒ کے مُرید تھے، گلستان، بوستاں آپکی مشہور تصانیف ہیں ۶۹۱ھ میں وصال ہوا۔

وقت اس دریا کو کیوں کر عبور کروں، اس دوسرے درویش نے کہا کہ اب دریا پر پہنچ کر دریا سے یہ کہہ دینا کہ اس شخص کا واسطہ جس نے کبھی کھانا نہیں کھایا، مجھے راستہ دے دو، چنانچہ اس جملے پر دریا پھٹ گیا اور راستہ دے دیا۔ اس خاتون نے خاوند سے اس راز کی تفصیل بیان کرنے کی خواہش ظاہر کی کہ یہ کیا راز ہے، میں آپ کی بیوی ہوں آپ نے مجھ سے مباشرت کی، پھر بھی آپ کا دریا کے نام پیام یہی تھا کہ اس شخص کا واسطہ جس نے کبھی اپنی بیوی سے مباشرت نہ کی اور دوسرے بزرگ نے میرے سامنے کھانا کھایا اور پھر بھی ان کا دریا کے نام یہی پیام تھا کہ اس شخص کا واسطہ جس نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔ ان کے خاوند نے فرمایا کہ ہم نے کبھی خواہش نفس سے مباشرت نہیں کی، حکمِ الہٰی کے تحت بقائے نسل کے لیے تعمیل حکم کی ہے ان کا یہ اثر تھا اور اسی طرح دوسرے بزرگ نے کبھی خواہش نفس سے کھانا نہیں کھایا، حکمِ الہٰی کے تحت بقائے حیات کے لیے تعمیل حکم میں کھانا کھایا، اس کا یہ اثر ہے۔ [1]

ہم نے اس سلسلہ میں حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پہلے ہی لکھ دیا ہے۔

؎ تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

اولیاء اللہ کے دل میں محبتِ الہٰی کا ایک التہاب ہوتا ہے اور یہی محبت ایمان والوں کی پہچان ہے۔ قرآن کریم میں وارد ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ [2]

ترجمہ: یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے ان کو اللہ سے اشد درجہ محبت ہوتی ہے۔"

---

[1] فوائد الفواد، مرتبہ: امیر حسن علاء سجزی المعروف خواجہ حسن دہلوی ؒ
صـ ۱۵۰ (اردو) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء بار سوم

[2] سورۃ بقر پ ۲

یاد ہوگا کس شان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محبتِ الٰہی کے تقاضوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان گاہ میں لٹاکر گلے پر چھری رکھدی اور ثابت کردیا کہ دِل کی میزان اور ترازو میں بیٹے کی محبت سے اللہ کی محبت زیادہ وزنی ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی کربلا میں شدتِ محبت الٰہی کو واضح کردیا۔ جب احباب واقربا نے آپکو کربلا جانے سے باربار روکنا چاہا تو آپ نے برملا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو راہ حق میں سر بریدہ، مقتول اور خاک وخون میں غلطان دیکھنا چاہتا ہے، اس پر ان عزیز واقارب نے کہا کہ پھر مخدراتِ[1] عصمت کو کیوں ساتھ لے جاتے ہو، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ راہ حق میں ان کی بے پردائی بھی دیکھنا چاہتا ہے، چنانچہ ایک اہلِ بصیرت نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

عزیز وخویش و برادر ہیں سب لہو میں تر		زمیں گنجِ شہیداں ہے سُرخ سر تاسر
شکستہ فرقتِ عباسؓ سے ہے بندکمر		جواں بیٹے کے غم سے ہے چاک چاک جگر
فلک کو غلغلۂ اَلعُطش ہلاتے ہیں
حرم کے نالۂ دل سوز دل جلاتے ہیں
ان آفتوں میں گرا ہے وہ سیدِ ممتاز		نہیں ہے کوئی بجز سوزشِ جگر و ساز
یہ ہے جھکا ہوا قبلہ کی سمت فرقِ نیاز		خدا کی یاد میں بھولا ہے سب کو وہ جانباز
خدا کے آگے نہیں کوئی اسکو پیارا ہے
اب اہلِ بیت کی بے پردگی گوارا ہے

غرض کربلا میں شدتِ محبت الٰہی جن مصائب پر غالب آگئی وہ رضائے الٰہی اور احیاءِ دین کے لیے تھی جیسا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ نے اپنی اس مشہور رباعی میں واضح کیا ہے۔

---

[1] مخدرہ کی جمع مخدرات = پردہ نشین

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ — دیں است حسینؑ، دیں پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید — حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ[1]

حضرت امام حسینؑ کی محبتِ الٰہی کی اس شدّت کو جس کے تحت تمام کنبہ اور جملہ احباب کو قربان گاہ میں پیش کر دیا، ذیل کی آیات کی روشنی میں دیکھیں، اس سے بہتر ان آیات کی عملی اتباع کی مثال نظر نہیں آتی، جو فرزندِ رسول اللہؐ نے پیش کر دی، سچ ہے جو مولانا عراقی[2] علیہ الرحمۃ نے کہا ہے

بعالم ہر کجا رنج و بلا بود
بہم بر دند و عشقش نام کردند

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ؀[3]

ترجمہ: (اے ہمارے حبیب) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی اور مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تم کو ڈر ہے، اور تمہارا پسندیدہ گھر اور مکان یہ سب چیزیں تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو ذرا انتظار کرو

---

[1] معین الارواح صـ ۱۰۲ طبع انڈیا

[3] سورۃ توبہ پ ۱۰

[2] علامہ فخر الدین عراقی علیہ الرحمۃ کی وفات ۶۸۸ھ / ۱۲۸۹ء میں دمشق میں ہوئی اور شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے مرقد کے عقب میں محلہ صالحیہ میں مدفون ہے

یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم صادر فرما دے۔ (یعنی یہ کہ جلدی آنے والے یا دیر میں آنے والے عذاب میں تم کو مبتلا کر دے) اور اللہ قوم فاسق کو ہدایت کرنے والا نہیں۔"

اللہ کی محبت کی یہ شدید تاکیدیں ہیں، اسی لیے ہم کو اللہ سے محبت کرنیوالے عُشاق کی صحبت اور قُرب درکار ہے۔ ہم ایسا شدید التہابِ محبت اہل اللہ کے سینوں میں دیکھتے ہیں تو ہمارے دِل میں بھی محبتِ الٰہی کے جذبات بیدار ہو جاتے ہیں، ان کے زیرِ دامن شدائدِ عشق آسان ہو جاتے ہیں۔ سچ کہا ہے: ؎

مجھ کو کانٹوں پہ نیند آجاتی ہے　　　اپنا دامن بچھا گئے ہوتے!

حضرت شیخ عبدالحق محدّثِ دہلوی[۱] رح نے اپنی مشہور تالیف اخبار الاخیار میں ایک بزرگ[۲] کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کی ہر نشست میں بار بار ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے تھے ؎

سوختم و سوختم و سوختم
خام و بدم پختہ شدم سوختم[۳]

حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے ایک مجذوب بزرگ کا حال بھی لکھا ہے کہ حالتِ جذب میں نماز پڑھنا دشوار تھا، مرتبہ شناس لوگوں نے توجہ دلائی، تو فرمایا، ہاں نماز پڑھیں گے، مگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھیں گے، احباب خاص نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے، سورۃ فاتحہ ضرور پڑھنی ہوگی، فرمایا! اچھا پڑھیں گے مگر "ایاک نعبد و ایاک نستعین" نہ پڑھیں گے،

۱ھ حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی ۹۵۸ھ میں شہر دہلی میں پیدا ہوئے آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، آپ ہی نے عرب سے علمِ حدیث لاکر برصغیر پاک و ہند کو فنِ حدیث سے روشناس کرایا اور آپ کی جد و جہد سے یہاں کا گوشہ گوشہ علمِ حدیث سے منور ہوا۔ بہت سی مفید تالیفات یادگار چھوڑیں، ۱۰۵۲ھ میں وصال ہوا۔

۲ھ شیخ جلال الدین قریشی رح م ۹۸۴ھ

۳ھ اخبار الاخیار صد ۹۴۲ طبع خیر پور

لوگوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ آیت سورۃ فاتحہ کا جُز و ہے۔ فرمایا! اچھا یہ بھی پڑھیں گے چنانچہ وضو کیا، نماز کے لئے کھڑے ہوتے سورۃ فاتحہ شروع کی، مگر جس وقت "ایاک نعبد و ایاک نستعین" پر پہنچے تو ہر بُن مو سے خون جاری ہوگیا اَب فرمایا! جب صورت یہ ہے تو وضو کہاں رہا، اور بے وضو نماز کیونکر ہو سکتی ہے[۱]۔ یہ ہیں مشکلات عشق،

یہ تو خاص مجذوبانہ کیفیت ہے ورنہ راہ سلوک کے سالک اور امام طریقت حضرت خواجہ نصیر الدین[۲] رح کا واقعہ یہ ہے کہ آپ تہجد کے نوافل اپنے حجرے میں پڑھ رہے تھے کہ کسی بدنصیب نے نماز کی حالت میں خنجر سے زخمی کر دیا، خون جاری ہوگیا۔ مگر نماز میں نہ زخم کی خبر ہوئی نہ خون جاری ہونے کا حال معلوم ہوا، آپ جس حجرہ کے اندر تھے اس حجرہ کی نالی سے خون باہر آیا تو وہ درویش جو حجرہ کے باہر تھے حجرہ میں داخل ہوا اور حضرت موصوف کو اس زخم سے مطلع کیا، یہ ہے انہماک محبتِ الہٰی۔[۳]

اولیاء اللہ کی مدارات غیبی

تقربِ انبیاء علیہم السلام کے بعد تقربِ اولیاء کا درجہ ہے۔ قرآن حکیم کی روشنی میں ہم پہلے اولیاء بنی اسرائیل کا حال بیان کریں گے اس سے اندازہ ہو جائے گا، کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اولیاء کی کس قدر مدارات منظور ہیں۔

۱۔ فوادالفواد ص ۷۷ھ

۲۔ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین دہلوی رح کے مشہور خلیفہ ہیں جن سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کا اجراء ہوا، پروفیسر خلیق نظامی لکھتے ہیں آپ ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے اور ہمت و استقلال سے کام کرتے رہے۔ ۷۵۷ھ میں انتقال فرمایا، مزار مبارک پُرانی دلی میں ہے۔ (تاریخ چشتت)

۳۔ سیارہ ڈائجسٹ اولیائے کرام نمبر ص ۳۶۵ (بتغیر الفاظ)

اصحابِ کہف کی بڑی شان ہے یہ بزرگ اولیا ربنی اسرائیل سے تھے قرآن کریم کی پوری سورۃ یعنی سورۃ کہف ان کے نامِ نامی سے منسوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کس درجہ مدارات منظور ہیں، قرآن کریم کے الفاظ بھی سماعت فرمائیں۔

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝

ترجمہ: ’’اور (اے محبوب) تم سورج کو دیکھو گے جب نکلتا ہے ان کے غار کے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے (ایسی نشانیوں کے ذریعے) اللہ تعالیٰ جسے راستہ دکھادے وہ ہی صراطِ مستقیم پر نظر آئے گا اور اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کردے (یعنی اس کی ہی شامت اعمال کے سبب سے) تو پھر اس کا کوئی رفیق بھی اس کو سیدھا راستہ نہیں دکھا سکتا۔‘‘ (سورۃ کہف پ ۱۵)

اس کے متصل ہی یہ دوسری آیت مزید طور پر اصحابِ کہف کی شان کو واضح کرتی ہے۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝ [1]

ترجمہ: تم ان کو جاگتا سمجھو گے اور وہ سوتے ہیں اور ہم ان کی داہنی بائیں

---

[1] سورۃ کہف پ ۱۵

کروٹیں بدلتے ہیں ان کا کتّا بھی اپنے بازو پھیلاتے ہوئے غار کی چوکھٹ پر ہے۔ (اے مخاطب) اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے تو ان کے رعب سے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا اور ان کے دیکھنے سے ہیبت زدہ ہو جائے گا"

لو! یہ تھی اولیاء بنی اسرائیل کی شان، ان کا رُعب اور ان کا وقار۔

اب امتِ محمدیہ کے اولیاء[1] کی شان دیکھئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم افضل الانبیاء ہیں، آپ کی اُمّت تمام اُمّتوں سے افضل[2] ہے، آپ کی اُمّت کے اولیاء دیگر اُمّتوں کے اولیاء سے افضل ہیں۔ اس لیے اس موقع پر پھر اولیاء اُمّتِ محمدی کی شان بھی دیکھ لیجئے۔

---

[1] صاحب قاموس رحؒ لکھتے ہیں ولی کا معنی قریب اور نزدیک تر ہے وَلِیّ اُس سے اسم ہے اس کا معنی ہے قریب، محب، صدیق اور مددگار، پھر فرماتے ہیں کہ قرب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قرب جو ہر انسان کو بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے خالق سے ہے اور اگر یہ قرب نہ ہو تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" (ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں) میں اسی قرب کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا قرب وہ ہے جو صرف خاص بندوں کو میسّر ہے اسے قربِ محبّت کہتے ہیں اور اس کے لیے ایمان شرط ہے۔

(تفسیر منظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ صـــ ۳۸/۵ طبع دہلی)

[2] بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق فرمایا: وکنتم خیر امۃ اخرجت للناس "تم ۷۰ اُمّتوں کو پورا کرتے ہو تم اللہ کے ہاں اُن سب میں سے بہتر ہو اور گرامی قدر ہو۔" (ترمذی، ابن ماجہ مشکوٰۃ) صـــ ۵۸۴

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوۂ خیبر سے مدینہ طیبہ تشریف لا رہے ہیں، آپ نے ایک منزل پر قیام کیا ہوا ہے اور آپ آرام فرمانے کے لیے سرِ اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر رکھ کر محوِ خواب ہیں حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت استراحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے عصر کی نماز ادا نہ کر سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہونے پر فرماتے ہیں، اے علیؓ تم نے نمازِ عصر پڑھ لی ہے؟ عرض کیا! آپ کی استراحت کا خیال تھا اس میں نماز عصر رہ گئی، حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی، حضرت علیؓ کی نماز کی خاطر آفتاب غروب ہو جانے کے بعد پھر ظاہر ہوا اور حضرت علی رضؓ نے نماز عصر پڑھی[1]۔ پھر آفتاب دوبارہ غروب ہو گیا۔ اس واقعہ کے متعلق علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

ہر کہ در آفاق گردد بُو ترابؓ
بازگرداند ز مغرب آفتاب[2]

حضرت شیخ عبد الحق محدثِ دہلویؒ نے "اخبار الاخیار" میں ایک واقعہ لکھا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ حقہ کی بنا پر اپنے اولیاء کو بطور مدارات بعد وصال بھی ایسی حیاتِ پاکیزہ اور حیات طیبہ عطا فرما دیتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی نقل و حرکت سے اپنے جذباتِ دلی کا مظاہر بھی کبھی کبھی کر دیتے ہیں واقعہ بیان کرنے سے پہلے ہم وہ آیت پیش کرتے ہیں کہ جس میں اس حیاتِ طیبہ کا اہل اللہ سے وعدہ ہے۔ ارشاد باری ہے۔

---

[1] مدارج النبوۃ ص ۲۲۶ جلد ۲ (اردو)

[2] مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مولا علیؓ نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے اعلیٰ خطر کی ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً [۱]

ترجمہ: مرد و زن میں جو اعمال صالح کرے گا مومن ہوتے ہوئے تو ہم اس کو حیاتِ طیبہ اور حیاتِ پاکیزہ عطا کریں گے۔"

اب "اخبار الاخیار کا مذکور الصدر واقعہ ملاحظہ ہو۔

ایک بزرگ بڑے درجہ کے ولی اللہ ہیں اور ان کے وہ صاحبزادے [۲] جو خود بھی ولی اللہ ہیں، وصال فرما جاتے ہیں۔ تجہیز و تکفین کے بعد لحد میں اُتار کر آخری بار دستور کے مطابق شکل دیکھنے کے لیے چہرہ مبارک کھولا، سب نے شکل دیکھی جب ان کے والد ماجد آگے بڑھے اور شکل دیکھنے کے لیے جھکے تو صاحبزادہ صاحب لحد میں مسکرا دیئے۔ [۳]

اللہ اکبر! یہ ہے شرف اولیاء اُمّتِ محمدیہ [۴] (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اور شرف بالائے شرف یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد نے صاحبزادہ صاحب سے فرمایا: این چہ اداہائے طفلانہ است؟ یعنی یہ کیا طفلانہ ادائیں ہیں؟ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے لیے مندرجہ بالا ارشاد باری ہے۔ (رضی اللہ عنہم)

---

[۱] سورۃ نحل پ ۱۴

[۲] صاحبزادہ کا اسم گرامی قاضی محمود ہے۔ ۹۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ قصبہ لسنر پور (گجرات، انڈیا) میں مزار مبارک ہے۔

[۳] اخبار الاخیار ص ۱۶۲ (فارسی) طبع خیر پور

[۴] امام ابو نعیم "حلیۃ الاولیاء" میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی قسم ہے میں نے اور حمید طویل رض نے حضرت ثابت بنانی (تابعی م ۱۲۳ھ) کو لحد میں اُتارا جب ہم کچی اینٹیں برابر کر چکے تو ایک اینٹ گر گئی میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ (کشف النور از علامہ عبد الغنی نابلسی ص ۹ طبع لاہور)

شہداء راہ خدا کی حیات بھی مشہور ہے اور قرآن کریم سے ثابت ہے۔ جس کے لیے یہ ارشاد ہے کہ "جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو گئے ان کو اموات مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو ان کی حیات کے سمجھنے کا شعور نہیں ہے[۱]"۔ جو اللہ تعالیٰ ان کو حیات عطا فرما سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اللہ کو بھی حیات عطا کر سکتا ہے۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جہاد سے واپس آ رہے تھے، راستہ میں اپنے صحابہؓ سے فرمایا "تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہو[۲]"۔ اور فی الحقیقت قرآنی زندگی کے تحت تزکیہ نفس اور مجاہدہ جہاد اکبر ہیں۔ ان دونوں گروہوں (شہداء اور صالحین) کی زندگی ایسی شاندار ہے کہ اگر اتفاق سے کسی اللہ کے ولی یا شہید کی قبر سینکڑوں سال کے بعد کھل گئی تو جسم صحیح و سالم تھا جسم میں تازگی اور ترو تازگی موجود تھی، اس قسم کا ایک واقعہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے[۳]۔

---

۱ پ ۲ سورۃ بقرہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون ۲ تذکرہ خواجہ معین الدینؒ از مولانا معین الدین ص ۱۱۵،

۳ علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ فرماتے ہیں، سلف الصالحین کی اکثریت کا یہی مذہب ہے، کہ شہداء کی زندگی روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی ہے۔ (روح المعانی ص طبع ملتان)

صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے، وہ زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ (شہداء) اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں، (ان شاء اللہ تعالیٰ)" جب شہداء کی زندگی کا یہ حال ہے تو انبیاء و صدیقین کی زندگی میں کیونکر شبہ کیا جا سکتا ہے۔ جنگ اُحد کے ۴۶ سال بعد عمرو بن جموع اور عبداللہ بن جبیر کی قبر (دونوں ایک قبر میں مدفون تھے)، سیلاب کی وجہ سے جب کھل گئی تو ان کے اجساد طاہرہ یوں تر و تازہ اور شگفتہ و شاداب پائے گئے جیسے انہیں کل ہی دفن کیا گیا ہو۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد اول)

اب ہم اس عنوان کے تحت قرآن کریم کی ایک مشہور آیت کے ذریعہ اولیاءاللہ کی ایک اور شان واضح کرنا چاہتے ہیں۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۭ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۭ [1]

ترجمہ: خبردار ہو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم وہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور پرہیزگاری کرتے ہیں ان کو دُنیا کی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں خوش خبری ہے، اللہ تعالیٰ کے آئین کلمات میں تبدیلی نہیں ہے، یہ بڑی کامیابی ہے۔"

قرآنِ کریم خشیّت[2] کی تعلیم دیتا ہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا جاتا ہے، کہ خوف وخشیّت مرسلون کے لیے نہیں ہے۔

يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ [3]

ترجمہ: اے موسیٰ ڈرو نہیں، مرسلین کے لیے ہمارے ہاں کوئی خوف کی بات نہیں۔"

یہ ہے نبوت کا مقامِ بلند، مگر اولیاء کا مقام بلند بھی ایسا ہے کہ وہ بھی خوف وخشیت سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں جیسا کہ ان الفاظ سے واضح ہے۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ج

اس کے علاوہ اُمورِ دُنیا و دین میں بھی اولیاء اللہ کے لیے خوش خبری کا وعدہ ہے۔ اور ساتھ ہی یہ فرما دیا ہے کہ اس آئین میں (کہ اولیاء اللہ کو خوف نہیں بلکہ خوش خبری ہے۔) کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

---

[1] سورۃ یونس پ ۱۱   [2] ڈرنا

[3] سورۃ نمل پ ۱۹

بیعت کی اہمیّت

ہم تصوّف کے خاص خاص نکات کے سلسلہ میں ضروری سمجھتے ہیں کہ بیعت کی اہمیت بھی بیان کردیں۔ ہم سے پڑھے لکھے لوگوں نے متعدد بار سوال کیا ہے کہ کیا بیعت ضروری چیز ہے؟ بلکہ اکثر اوقات ان کے الفاظ یہ ہوتے تھے کہ بیعت کی کیا ضرورت ہے اس استفہام میں گویا منفی پہلو منور ہوتا تھا دین کا کتنا اہم عنوان کس طرح زیر دریافت ہے۔ افسوس اور صد افسوس!

؎ پوچھتے ہیں وہ کہ غالبؔ کون ہے
کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

ہم نے ان کو جوابات دیئے مگر اللہ جانے وہ مطمئن ہوئے یا نہیں؟ سعادتمند دین کے ہر اہم مسئلہ سے مطمئن ہوتے ہیں، غیر سعادتمند کسی مسئلہ سے بھی مطمئن نہیں ہوتے۔

بہر حال ہم نے ان سے یہی کہا کہ اتباعِ سُنّت ضروری چیز ہے اور بیعت جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام رضؓ کے درمیان ایک سُنّت ہے جو زمانۂ نبوّت میں جاری رہی اور اہل اللہ کی خانقاہوں میں جاری رہی اور آج بھی جاری ہے، علماء اور صوفیاء سب ہی بیعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ضروری سُنّت سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی اس کا شرف اس کی اہمیت اور اس کے فائدے کو بہت واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے، سماعت فرمائیں آیات یہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ؕ لہ

ترجمہ: (اے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) وہ لوگ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ (فی الحقیقت) اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے توجس نے عہدِ بیعت توڑا، اس نے (اس کو توڑنے میں) اپنا ہی نقصان کیا اور جس نے وہ عہد پورا کیا، جو اس نے (بیعت کے وقت) اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔"

یہ آیتِ مبارکہ بیعت رضوان کے وقت نازل ہوئیں۔ ۲ء
اسی سورۂ فتح میں آگے ارشاد ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَھَا ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۳ء

ترجمہ: بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے اللہ نے جان لیا جو ان کے دل میں تھا۔ ان پر تسکین اور اطمینان نازل کیا اور ان کو جلدی آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور بہت سی غنیمت جس کو یہ حاصل کریں گے اور اللہ عزت والا اور حکمت والا ہے۔"

لہ سورۃ فتح پ ۲۶

۲ء حاشیہ کنز الایمان ص۸۱۵ طبع تاج کمپنی لاہور ۳ء سورۃ فتح پ ۲۶

مندرجہ بالا آیات پر تبصرہ کی حاجت نہیں، بیعت کی اہمیت اس کو اختیار کرنیکا شرف اور اس کو توڑنے کا وبال سب باتیں خود ہی واضح الفاظ میں ہیں۔

دوسری آیات میں بیعت پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا، اسکی برکت سے اللہ تعالیٰ کا خود ہی مسلمانوں کے قلوب کی پریشانی کو تسکین میں بدل دینا، اور اس کے سلسلہ کے انعامات فتح اور غنیمت کی صورت میں عطا فرماتے، سب ہی باتیں واضح ہوگئیں۔

یہ خاص خاص مواقع پر بیعت ہوتی تھی اور ایمان لانے والوں سے داخل اسلام ہونے کے وقت عام بیعت بھی ہوتی تھی اور یہ بیعت ترکِ نواہی، اختیار اوامر و احکام کے لیے بیعت ہوتی تھی، اسی قسم کی بیعت بطریق سنت آج خانقاہوں میں جاری ہے۔ پھر خاص خاص مُرید اس بیعت کے بعد تزکیہ نفس کے لیے شیخ کی نگرانی میں مجاہدے اور ریاضت کرتے تھے۔ تزکیۂ نفس کی ایک خاص منزل پر پہنچنے کے بعد ان کو خلافت اور بیعت کی اجازت بھی دی جاتی تھی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ "دو بزرگوں نے جنگل میں رہ کر بارہ سال تک مجاہدے کئے مگر "ہیچ نیا فتند" یعنی کوئی خاص مقام حاصل نہ ہوا۔ پھر شہری زندگی میں آکر تلاش مُرشد میں مصروف ہوئے بیعت کی اور بیعت کے بعد ان کو مقام خاص اور مرتبۂ بلند حاصل ہوا۔ یہ ہے بیعت کی ضرورت اور یہ ہے بیعت کی برکت۔"

تزکیۂ نفس اور حضرت خواجۂ اجمیر علیہ الرحمۃ

تزکیۂ نفس اسلام کے ضروری مسائل میں سے ہے۔ قرآن کریم میں تزکیۂ نفس پر بڑا زور دیا ہے، تزکیۂ نفس سے مراد ہے عبادت اور ریاضت

کے ذریعے رُوح کو پاک کرنا۔ اولیاء اللہ کی زندگی سے اس کی اہمیت مفصّل طور
سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ اولیاء اللہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی بعثت کے مقاصد میں اُمّت کا تزکیۂ نفس کرانا بھی بڑی اہمیت سے شامل کیا
ارشادِ باری سماعت فرمائیں۔ اس ارشاد کے جامع الفاظ سے سب مقاصد ظاہر
ہیں اور تزکیۂ نفس کو اس میں نمایاں مقام دیا ہے۔ آیت پاک غور سے ملاحظہ
ہو اس سے واضح ہے کہ تزکیۂ عام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ۔ [1]

ترجمہ: اللہ کی پاک ذات وہ ہے جس نے اُمّی لوگوں میں (انہی میں سے)
رسول کو بھیجا، جو ان کے سامنے آیاتِ الٰہی پڑھتے ہیں ان کا تزکیہ
کراتے ہیں (یعنی ان کو پاک کرتے ہیں) ان کو کتاب و حکمت (یعنی
عرفانِ الٰہی) کی تعلیم دیتے ہیں۔"

تزکیۂ نفس کثرتِ عبادت، اوامر کی شدید اتّباع، نواہی سے شدید پرہیز
اتّباعِ سُنّت میں کمال، اکلِ حلال، صدقِ مقال، ترکِ مالایعنی اور شفقت علی الخلق
سے ہوتا ہے۔ اُدھر یہ کہ تزکیۂ نفس کی تاکید قرآن کریم میں بار بار آئی ہے، مذکور
الصدر آیت پاک کے بعد ہم دوسری آیت پیش کرتے ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ [2]

ترجمہ: یقیناً وہ شخص بامراد ہے جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔"

ایک اور آیت ملاحظہ ہو اس میں بھی تزکیۂ نفس کی ترغیب ہے۔

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى۔ [3]

---

[1] سورۂ جمعہ پ ۲۸ [2] سورۂ اعلیٰ پ ۳۰ [3] سورۂ نزعٰت پ ۳۰

ترجمہ: (اے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کیا تجھ کو اس بات کی طرف رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے ؟"

پھر ایک اور جگہ تزکیۂ نفس کے لئے اس طرح ارشاد ہے اور اس سے روگردانی کی خرابی کو بیان فرمایا ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ [1]

ترجمہ: قسم ہے نفس اور رُوح کی اور اس (ذات) کی جس نے اسے سنوارا اور اس کے دل میں نیکی اور بدی ڈالی، یقیناً وُہ مراد کو پہنچ گیا جس نے اس کو پاک کر لیا، نامراد ہے وہ جس نے اس کو مٹی میں ملا دیا ؛؛

غرض نہ معلوم کتنی جگہ قرآن کریم میں اس تزکیہ کی تاکید ہے۔ یہی وہ تزکیہ ہے جو اہل اللہ کا نصب العین رہا ہے۔ (یہی وہ تزکیہ ہے جس سے عام و خاص آج نا آشنا ہو گئے اور محراب و منبر پر موعظت کرنے والوں نے اس عنوان کو مایوس ہو کر چھوڑ دیا۔) آج کچھ اہلِ علم اور خانقاہ نشین ایسے ہیں کہ وہ خود بھی تزکیۂ نفس کی مشقت نہیں کرتے اور اپنا تبلیغی کام بھی اگر شروع کرتے ہیں تو بغیر اپنا تزکیہ کئے، اس لیے ان کی تبلیغی مساعی کا نتیجہ تقریباً صفر ہی ہوتا ہے۔ کاش! وہ جانتے کہ تزکیۂ نفس سے نظر میں اور زبان میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

تبلیغی کارناموں کی تاریخ گواہ ہے کہ تبلیغ دین کا سب سے زیادہ شاندار کام ایسی ہی برگزیدہ ہستیوں نے انجام دیا جو تزکیۂ نفس کی منزل طے کر چکے تھے اور کامیابی سے طے کر چکے تھے اپنے قلوب کو منوّر کر چکے تھے اپنی زبانوں کو نور آگیں کر چکے تھے۔

یہ اکابر اُمّت اور اولیاء اللہ تزکیۂ نفس کی منزلیں طے کرنے کے بعد اپنے

[1] سورۃ شمس پ ۳۰

اللہ سے عشق اور محبتِ الٰہی کی فراوانیوں میں یہ وعدہ کر چکے تھے۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ [1]

ترجمہ: میری نماز میری عبادت میری زندگی میری موت خاص اللہ کے

واسطے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔"

غرض ان سب منازل کے بعد یہ اکابر تبلیغ دین کے اہم کام میں مصروف ہوئے، اور انتہا درجہ کامیاب ہوئے۔

زیادہ نہیں اگر ہم ایسی مقدس ہستیوں کی ایک دو مثالیں پیش کر دیں تو کافی ہوں گی جنہوں نے نہایت کامیابی سے تزکیۂ نفس کی منزل طے کر کے تقرب کا درجہ حاصل کیا کہ خواب میں ارشادِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے کانوں سے سُنا کہ:

"اب تم اپنا تبلیغ دین کا کام شروع کر دو۔"

مستند حالات ملفوظات میں موجود ہے جن سے ثابت ہے کہ غوثِ پاک علیہ الرحمۃ اور حضور خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ "حکم نبوت" سے اُٹھے اور عشق الٰہی کا ایک زبردست التہاب لے کر اللہ کے دین اور محمد رسول اللہ کی شریعت کی نشر و اشاعت کر گزرے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دینِ متین اپنی پوری آب و تاب سے بہ ہمی درستی و صحت الحمد للہ! ہم تک پہنچ گیا اور آج تک اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تحریک جاری ہے جس کی بنا پر اُمتِ محمدی کو "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ" کا لقب ملا، جیسا کہ ارشاد ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۔ [2]

ترجمہ: تم ان سب اُمتوں میں بہتر اُمت ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں تم بھلائی

---

[1] سورۃ انعام پ ۸ [2] سورۃ آل عمران پ ۴

کاحکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

گویا افضلیّتِ اُمّت کی اساس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہے۔ جن بزرگوں نے عشقِ الٰہی کی سرشاریوں میں دین کو پھیلایا وُہ زندۂ جاوید ہیں، ان کی صبح وہ صبح ہے جس کی شام نہیں ہوتی، ایک عارف کامل نے کتنا بجا فرمایا ہے۔

خوشتر از دوراق عشقِ ایّام نیست
بامدادِ عاشقاں را شام نیست
التہابِ ذوق ماند تا ابد
عشق را آغاز ہست انجام نیست

حضرت خواجہ غریب نواز کا یہی مقام ہے آپ نائب رسول فی الہند ہیں، ہندوستان کے مبلّغ اعظم ہیں۔ وہ ہندوستان جس میں ہند و پاک دونوں شامل ہیں، آپ نے قلب مُلک سے اُس خطرناک وقت میں اپنا کامیاب ترین تبلیغی شاہکار کا آغاز کیا جب حکومتِ کفر تمام مُلک پر مسلّط تھی۔ تزکیہ نفس کے کٹھن اور دشوار راستے سے عُبور کر کے، تقربِ خُدا اور رسول حاصل کر کے، حبیب اللہ کا لقب حاصل کر کے اپنے تبلیغی شاہ کار کا آغاز کیا اور حکمِ نبوّت سے آغاز کیا، حکم نبوّت حکمِ خدا کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس لیے آپ کی حیثیت واضح طور پر "مامُور مِنَ اللہ"[1] کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد بھی ہے۔

"میری اُمّت کے اولیاء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہوں گے۔"[2]

حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کو آپ کے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہرونی علیہ الرحمۃ کی معرفت خواب میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ "معین الدّین

---

[1] اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہونا۔

[2] حدیث شریف کے الفاظ یوں ہیں: علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔" اولیاء کی جگہ علماء ہے، مؤلف علیہ الرحمۃ سے سہو ہوگیا ہے۔ ۔ مقالات کاظمی ج ۱ ص ۱۸۱

چشتی رح کو ہندوستان کی طرف تبلیغ دین کے لیے بھیج دو۔"

حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کی طرف اس طرح آ رہے کہ گویا روحِ رسالتِ مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور تائیداتِ الٰہی آگے آگے رہنمائی کر رہی ہیں۔ ؎ دیدۂ سعدیؔ و دل ہمراہ نیست

تا نہ پنداری ے کہ تنہا می روی

یہ بہ الفاظ دیگر اس مقدس جلوس کی شان یہ تھی جو سلطان الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان نائب کے لیے مناسب حال تھی کہ ؎

مسیحا یا رو خضرش ہم رکاب و ہم عنا یوسف

فغانی شاہ سوارِ من بدیں اعزاز می آمد

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے وہ ہم نشین جو بیعت و خلافت سے مشرف ہو کر شریک کار ہوئے دین کے لیے ہر خطرہ برداشت کرنے کو تیار رہتے۔ اگر حکومتِ کفر ان کو قتل کی سزا بھی دے تو وہ اللہ اور رسول کے عشق میں جان کی بازی لگانے کو تیار رہتے۔

؎ زیر بر دارے جوانے دیگر است

حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ پیامِ توحید کی نشر و اشاعت کرتے ہوئے ہندوستان پہنچے، یہاں پہنچ کر زیادہ وقت نہ گزرا کہ دین مبین کی تابناک شعاعیں گھر گھر میں پہنچ گئیں لوگ گھروں سے نکلے اور پروانوں کی طرح اس آفتابِ ہدایت کے گرد جھومنے لگے کہ فضائے آسمانی بھی اس طرح ترنم ریز تھی، حضور قطب الاقطاب[۱] کے الفاظ بھی سماعت فرمائیں

؎ اے بکہ دہ شمع رویت عالمے پروانۂ

زلبِ شیریں تو شور لیست در ہر خانۂ

---

[۱] خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی رح (م ۶۳۳ھ ۱۲۳۵ء)

اسی گروہ قدسی کے کارنامہ کے بعد اسی کے انداز پر ان کے جانشین اور پھر ان کے جانشینوں کے جانشین تزکیۂ نفس کی منازل طے کر کے صدیوں تک دین اسلام کی خدمت اسی آب و تاب سے کرتے رہے ان کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں ۲ دو باتیں چشمِ فلک نے دیکھ لیں۔

(۱) تعداد کے لحاظ سے لاکھوں آدمی ان کے حلقہ بگوش ہوئے ...... اور

(۲) نوعیت کے لحاظ سے ان کے خاص متبع اور جانشین روحانیت کے اوجِ کمال پر فائز تھے اسی لیے وہ شاہکارِ خواجہ غریب نواز رح کو کما حقہٗ جاری کر سکے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کہ وہ تزکیۂ نفس کی تمام کٹھن منزلوں سے گزر چکے تھے یعنی اکل حلال، صدق مقال، ترک مالا یعنی، تمام اوامر کی اتباع، تمام نواہی سے پرہیز، اتباعِ سنت نبوی، ہمہ تن منہمک، اللہ اور رسول کے عشق میں مبتلا، شفقت علی الخلق میں غرق، محاسنِ اخلاق سے آراستہ، کم خوردن، کم خفتن، کم گفتن، کم سفتن کے شعار پر مستقل قائم تھے۔ ان کڑی منازل میں عمر کے ستر ستر سال گزار دیئے۔ ان کی ظاہری شکل و صورت کے لیے بھی ایک روایت پیش کر دینا مناسب ہے۔

ایک مرتبہ سلسلۂ طریقت کے سرخیل یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے زمانہ میں ایک گروہ پر سے گزرے۔ اس گروہ نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ حضور ہم آپ کی جماعت میں سے ہیں۔ حضرت نے آگے بڑھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے فرمایا، ہماری جماعت کی کوئی علامت تو ان میں نہیں، ایک نیازمند نے عرض کیا، حضور! آپ کی جماعت کی کیا علامت ہے؟ فرمایا! ان کی آنکھیں عشق الٰہی میں، اشک بار رہتی ہیں، ان کے رنگ زرد ہوتے ہیں فقر و فاقہ کے سبب ان کے پیٹ

ان کی پیٹھ سے لگے رہتے ہیں۔"

یہ ہیں ہمارے خواجگان کی علامتیں اور ان کے جانشین حضرات کی نشانیاں۔

کاش! آج بھی ایسی نورانی صورتیں ہم کو خانقاہوں میں نظر آئیں۔

دَورِ حاضر میں خواجگانِ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ کے حالات پڑھ لیجئے ان کے نام نامی شجرہائے بیعت بھی دیکھ لیجئے، آپ دیکھیں گے کہ متأخرین کو متقدمین سے اور ان کو اپنے امامِ روحانیت جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے وہ پاکیزہ مناسبت رہی جو تزکیۂ نفس سے پیدا ہو جاتی ہے۔ جب کبھی اور جہاں کہیں تزکیۂ نفس کی یہ مناسبت مفقود ہو گئی تو شجرہائے بیعت نے بھی ان کے نام قبول کرنے سے اور ان کو مقبولیت خاص و عام عطا کرنے سے انکار کر دیا۔ رسماً جس کا جی چاہا اس نے اپنا نام شجرہ میں لکھ دیا اور لکھوا دیا۔

مگر ع قبولِ خاطر و لطفِ سخن خداداد است

اَب ہم پروگرام کے لحاظ سے آج ایک خاص دن منا رہے ہیں، یعنی حضرت خواجہ خواجگان کا یومِ عرس۔ اس لیے اَب ہم حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے مختصر مگر خاص حالات بیان کریں گے اور سچ پوچھیے تو جو کچھ اَب تک بیان کیا گیا ہے وہ گویا خواجہ غریب نواز کے ہی حالات ہیں۔

ملفوظات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ من جانب اللہ اس کائنات کو باطنی طور پر ایک نظامِ قدرت گھیرے ہوئے ہے اس نظام کے کارکن فرشتے ہیں رجال الغیب ہیں، مردانِ حق اور اولیاء اللہ ہیں اور اس لحاظ سے سابقہ ہندوستان یعنی ہند و پاک خواجہ معین الدین چشتی رح کی ولایت میں شامل ہے۔ آپ کے نام نامی کے ساتھ "سلطان الہند" کا لقب جاری ہے۔ چونکہ شفقت علی الخلق دین کا ایک درخشاں باب ہے، اکابر اولیاء نے ملفوظات میں اسم مبارک کو

اس طرح لکھتے ہیں :۔

"سُلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ"

اس کے علاوہ ملفوظات میں اور بھی بہت سے القاب رائج ہیں جو طرح طرح سے آپ کے امتیاز کو ظاہر کرتے ہیں، اہلِ شریعت و اہلِ طریقت سب ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا کرتے ہیں اور آپ کے آستانہ کی حاضری کو سعادت سمجھتے ہیں۔

حالات خواجہ غریبؒ نواز رحمۃ اللہ علیہ

اور

شاہکار تبلیغ

آپ کا سلسلہ چشتیہ ہے، خراسان میں چشت نام کا ایک شہر ہے وُہ ہی آپ کا وطن ہے اس نسبت سے آپ کے سلسلے کا نام چشتیہ ہُوا۔

سلسلہ چشتیہ، سلسلہ قادریہ اور سلسلہ سہروردیہ کے سرخیل حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ خواجہ غریب نوازؒ نے نائب رسُول فی الہند کی حیثیت سے پیام توحید اور عرفانِ الہٰی کی امانت کو ایک مُلک سے دوسرے ملک تک بڑے اہتمام سے پہنچایا، اس مقصد سے آپ نے اپنا مرکزِ تبلیغ ہندوستان کے قلب (یعنی شہر اجمیر) میں قائم کیا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے اور آپ کے بعد آپکے خلفاء کی جدوجہد سے اسلام اس مُلک میں شمالاً جنوباً، شرقاً غرباً پھیلتا چلا گیا۔ زندگی مبارک کے خاص حالات سے واضح ہوتا ہے کہ ابھی آپکی عمر شریف پندرہ سال تھی کہ آپ

کے والد ماجد رحلت فرما گئے، آپکی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا جو آپ کی والدہ محترمہ کی نگرانی میں مکمل ہوا۔

خواجہ غریب نواز رح کو ورثہ میں ایک باغ اور ایک پن چکی ملی تھی اس سے سلسلۂ معاش جاری رہا، ایک روز آپ اپنے باغ میں تھے کہ ایک بزرگ مجذوبانہ صورت میں آپ کے پاس تشریف لائے۔ ان بزرگ کا نام نامی حضرت ابراہیم قندوزی رح تھا، حضرت خواجہ غریب نواز رح نے ان کو نہایت احترام سے ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھا دیا اور انگور کے خوشے اُن کے سامنے رکھے۔ حضرت ابراہیم قندوزی علیہ الرحمۃ نے انگور کھائے اور روٹی کا ایک ٹکڑا اپنی زنبیل سے نکال کر خواجہ غریب نواز رح کو کھلایا۔ اس کی برکت سے قلب سلیم کی صلاحیتوں میں التہاب پیدا ہو گیا۔[1]

وفورِ عشقِ الٰہی کا جذبہ اتنا بھڑکا کہ آپ نے باغ اور پن چکی کو فروخت کر کے فی سبیل اللہ اہلِ حاجت میں تقسیم کر دیا اور خود سمرقند کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک قصبہ میں قیام کیا اس کا نام ہرون تھا اور نیشاپور کے نواح میں واقع تھا۔[2] یہ حضرت خواجہ عثمان ہرونی رح کی قیام گاہ تھی۔ خواجہ غریب نواز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت ہی سے بیعت ہو گئے۔ اس کے بعد تزکیۂ نفس کے لیے بہت سے مجاہدے کئے اور بڑی محنتِ شاقہ کے بعد حضرت ہی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

سیر الاولیاء، سیر الاقطاب، مونس الارواح اور اخبار الاخیار[3] میں ہے، کہ

---

[1] معین الارواح صـ۱۲ (نوٹ) یہ واقعہ ۵۴۴ھ/۱۱۵۰ء میں وقوع پذیر ہوا۔

[2] مرآۃ الاسرار، خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہارون حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی جائے پیدائش کا نام ہے جو عراق میں نیشاپور کے نواح میں ہے۔ [3] اخبار الاخیار صـ۲۳ فارسی۔

آپ نے ۲۰ سال کا عرصہ حضرت خواجہ عثمان ہرونی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گزارا، آپ کی ہی ہمرکابی میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے مکۃ معظمہ اور مدینہ طیبہ کی زیارت کی، کعبۃ اللہ میں حضرت خواجہ عثمان ہرونی نے خواجہ غریب نواز رح کے لیے بہت دُعائیں کیں، غیب سے ندا آئی۔

معین الدین دوست ماست

اورا قبول کرم و برگزیدم

مدینہ طیبہ حاضر ہو کر بارگاہِ نبوت میں حضرت خواجہ عثمان ہرونی رح نے پھر خواجہ غریب نواز رح کے لیے خاص دُعائیں کیں، بارگاہِ رسالت سے حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی[1]۔ اہل اللہ میں اس بشارت کی بڑی اہمیت ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت اشارۂ خداوندی سے ہوتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝[2]

ترجمہ: اور یہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے بلکہ وہ ہی بات کرتے ہیں جو ان کو وحی کی جاتی ہے۔"

اس لیے آپ اس مرحلۂ تبلیغ ہند کے لیے "مامور من اللہ" ہوئے، اور جو

---

[1] ۵۸۳ھ تا ۵۸۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر آپ مدینہ منورہ پہنچے یہاں کچھ عرصہ تک مقیم رہے۔ ان ایام میں ایک دن آپ کو دربارِ رسالت سے (عالم رؤیا میں بشارت ہوئی: اے معین الدین تو میرے دین کا معین ہے، تجھے ہندوستان جانا چاہیئے۔"

(معین الارواح صہ ۳۳)

[2] سورۃ نجم پ ۲۷

"مامور من اللہ" ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بھرپور تائید اس کے ساتھ ہوتی ہے اور پھر اُسی مرحلہ میں کما حقہٗ کامیابی مسلّمات میں سے ہے۔

غرض کعبۃ اللہ میں دعائیں لینے، آستانہ نبوت میں پھر دعائے شیخ سے یہ امر واضح ہے کہ حضور خواجہ غریب نواز رح کے شیخ اور پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہرونی رح کو اپنے اس جلیل الشان مُرید سے بڑی محبت تھی، سیر الافتاب میں ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

معین الدین ما محبوب الٰہی است ترا از مریدیٔ او و از مُریدانش اور فخر تمام است "

ہندوستان روانہ ہونے کے لیے جب خواجہ غریب نوازؒ اپنے شیخ سے رُخصت ہونے لگے تو حضرت شیخ کو یہ جدائی دشوار معلوم ہوئی، اس لیے آپ بغداد تک سفر میں خود بھی اپنے مایۂ ناز مُرید کے ہمراہ آئے۔ پھر خواجہ غریب نوازؒ نے بغداد سے ہندوستان کی طرف سفر کیا۔ راستہ میں اکابر اہل اللہ سے ملاقاتیں ہوئیں، حتیٰ کہ آپ لاہور پہنچ گئے یہاں آپ نے کچھ عرصہ قیام کیا۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ[1] کے آستانہ پر چلّہ کیا، پھر فرمایا، اسلام کے اثرات لاہور میں کچھ نہ کچھ موجود ہیں، ہمارا کام اس جگہ سے شروع ہو گا جہاں ابھی اسلام کی روشنی نہیں پہنچی۔

غرض لاہور سے ملتان اور وہاں سے دہلی تشریف لائے اس سفر میں مقامی زبانوں میں مہارت حاصل کی، تاکہ تبلیغ دین میں آسانی ہو۔ دہلی میں

---

[1] حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری حسنی سادات میں سے ہیں، شیخ ابو الفضل ابن حسن ختلی کے مُرید و خلیفہ تھے، غزنی آپ کا شہر تھا، پیر و مرشد کے حکم سے لاہور تشریف لائے اور تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔ ۴۶۵ھ میں وصال ہوا۔ مزار مبارک لاہور میں مرجع خلائق ہے۔

کچھ عرصہ قیام کر کے آپ نے اجمیر کا رُخ کیا، آپ ۱۰ محرم الحرام کو اجمیر شریف پہنچے۔ اس وقت اجمیر مرکزِ کفر تھا، پرتھوی راج جو چوہان خاندان کا مشہور راجہ تھا دہلی اور اجمیر کا علاقہ اس کی ہی حکومت میں شامل تھا۔ ہندو راجاؤں میں اس کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اس کا مرکز حکومت اجمیر ہی تھا۔

چشمِ فلک حیران تھی کہ کفر کی ایک زبردست حکومت میں ایک بے سروسامان نووارد مُلک اور نووارد شہر نائب رسول فی الہند کی حیثیت سے علمِ توحید کیوں کر، نصب کرتا ہے۔ چشمِ فلک نے یہ تو دیکھا تھا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے فرعون با ہمہ فروشکوہ کیوں کر تباہ ہوا۔ مگر آج اسے یہ منظر دیکھنے کا بڑا انتظار تھا کہ حضرت خواجہ غریب نواز رح کے ہاتھ پرتھوی راج باہمہ سطوت و شان کیونکر تباہ ہوتا ہے۔

پرتھوی راج نے مخالفت شروع کی، آپ کے درویشوں کو تکلیفیں دینا شروع کیں، آپ کے اجمیر کے قیام میں ہر قدم پر رکاوٹیں ڈالیں مگر خواجہ غریب نواز رح کے روحانی اثرات غالب رہے آخر پرتھوی راج نے فرعون کی طرح ساحروں اور جوگیوں کو جمع کیا اور ان کو خواجہ غریب نوازؒ کے مقابلہ کے لیے کہا۔

چنانچہ اس مرتبہ سامری کی بجائے جوگی جیپال اپنی جماعت کے ساتھ مقابلہ کے لیے آگے بڑھا مگر جس طرح سامری مغلوب ہوا تھا اسی طرح جوگی جیپال بھی مغلوب ہوا۔ اور ساحران فرعون کی طرح جوگی جیپال نے مع اپنی جماعت کے اسلام قبول کیا۔ خواجہ غریب نواز رح نے ان کا اسلامی نام عبداللہ رکھا اور تزکیۂ نفس کے بعد خلافت بھی عطا کی، یہ سچی بات ہے جو علامہ اقبالؒ نے کہی

ع "نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں"

اس کے بعد آپ کے فیضانِ تبلیغ کے اثر سے خود پرتھوی راج کے عہدہ دار

افسر بھی اسلام قبول کرنے لگے۔

پرتھوی راج نے یہ دیکھا کہ اس ملک میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے آپکو اجمیر سے نکل جانے کی دھمکی دی، آپ نے جواباً فرمایا اور آپ کا فرمانا حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق اس شان کا تھا جس کو:۔

"گفتہ اُو گفتۂ اللہ بود"

کہتے ہیں آپ کے الفاظ یہ تھے :۔ مارائے پتھورا را زندہ گرفتیم وبہ مسلمانانِ دادیم"
یعنی ہم نے رائے پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے بتوسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشادِ خواجہ میں وہ تاثیر پیدا کر دی جو ہجرت کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد میں پیدا کی تھی، جس واقعہ کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَىٰ" [1]

ترجمہ: (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) وہ مٹھی بھر خاک (لشکرِ کفار پر) آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ ہم نے پھینکی تھی"

بہرحال خواجہ غریب نواز رح کا مندرجہ بالا ارشاد واقعہ بن کر جس طرح سامنے آیا اس کا حال ملاحظہ ہو۔

سیر الاقطاب میں ہے کہ شہاب الدین محمد غوری خراسان میں تھے انھوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ غریب نواز کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ خدائے تعالیٰ تم کو ہندوستان کی بادشاہت عنایت فرمانے والا ہے تم اس ملک کی طرف توجہ کرو۔ اس خواب سے شہاب الدین محمد غوری کو بڑی تقویت ہوئی۔

خواب بڑی اہم چیز ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا ذکر حضرت

یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا ذکر خود قرآن کریم میں ہے۔ عام مسلمانوں کا خواب بھی اہمیت رکھتا ہے خصوصًا جب کہ ان میں اولیا اور انبیاء کی زیارت ہو اور ارشادات خداوندی اس میں ظاہر ہوں۔ یہی سبب ہے کہ خواجہ غریب نوازرح کا شہاب الدین محمد غوری کو ہندوستان کی طرف متوجہ کرنا اور فتح کی طرف اشارہ کرنا حقیقت بن کر سامنے آیا۔

یہی ملک تھا، یہی پرتھوی راج تھا، یہی شہاب الدین محمد غوری تھا اور یہی جنگ ترائن اول کا میدان تھا جہاں پہلے شہاب الدین کو شکست فاش ہو چکی تھی مگر اب نائب رسول اللہ فی الہند حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کا اشارۂ فتح موجود تھا۔ اس موقعہ پر پھر ہم کو علامہ اقبال یاد آئے جو کہتے ہیں، ع

"نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں"

چنانچہ ایک دفعہ شہاب الدین پھر اپنی فوج کو لے کر بڑھا ادھر پرتھوی راج بھی اپنی فوج کو لے کر مقابلہ کے لیے موقعہ پر آپہنچا، اس کے ساتھ تمام راجپوت راجہ اپنی اپنی فوج لے کر جمع ہو گئے مقابلہ بڑا سخت تھا مگر خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی دعا قبول ہو چکی تھی آپ پہلے ہی فرما چکے تھے کہ ہم نے پرتھوی راج کو گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔ اب عالمِ ظاہر میں اس کا ظہور ہوتا ہے لہٰذا پرتھوی فوج کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ شہاب الدین کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی اور بڑی بابرکت فتح۔ اس لیے کہ تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ شہاب الدین کی اسی فتح کے بعد ہندوستان میں اسلامی حکومت کی مستقل بنیاد قائم ہو گئی، جو محمود غزنوی کے اٹھارہ حملوں کے باوجود نہ ہو سکی تھی۔ یہ تھی خواجہ غریب نوازرح کے ارشاد کی برکت، آپ کی تبلیغی مساعی جمیلہ جاری تھیں، آپ کے خلفاء کی جد و جہد جاری تھیں اس بابرکت فضا میں اسلامی حکومت بھی پروان چڑھی اور تمام ہندوستان

میں اسلام کی روشنی بھی چاروں طرف پھیل گئی۔

سیر الاولیاء میں ہے۔

"بوصولِ قدمِ مبارک آں آفتاب اہلِ یقین کہ بحقیقت معین الدین بود ظلمتِ ایں دیار بہ نورِ اسلام منور و روشن گشت۔"

(اس آفتاب اہل یقین کے ہندوستان) میں آتے ہی جو دراصل دین کی مدد کرنیوالے تھے اس مُلک کی تاریکی کفر دُور ہوگئی اور نور اسلام سے یہ مُلک منوّر ہوگیا۔"

مشہور کتاب "Preaching of Islam" کا انگریز مصنف کہتا ہے:۔

کہ خواجہ معین الدین کی تبلیغ اس شان کی تھی کہ صرف دہلی سے اجمیر تک کے راستہ میں سات سو خاندان مشرف بہ سلام ہوئے۔" ہر خاندان میں کتنے آدمی ہوں گے حساب کر لیجئے۔

خزینۃ الاصفیاء[1] میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی تبلیغ اسلامی کی یہ شاندار کیفیت درج ہے۔

"ہزار در ہزار اصغار وکبار بخدمت آں محبوب کردگار حاضر شدہ مشرف بہ اسلام و ارادت آں حضرت شدند۔ بحدیکہ کہ چراغِ اسلام طفیل ایں خاندان عالی شان روشن گشت۔"

ترجمہ: مُلک کے ہزاروں چھوٹے بڑے اس محبوبِ خداوندی کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کے شرف اور آں موصوف کی عقیدت سے مشرف ہوتے تھے یہاں تک کہ اسلام کا چراغ اس خاندان عالی شان کی بدولت روشن ہوگیا۔"

---

[1] [illegible] اولیاء کرام کے حالات پر مفتی غلام سرور لاہوری رح کی مشہور تالیف ہے۔

حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء، آپ کی ذریت	سلطان الہند حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے خلفائے کرام اور آپ کی ذریت

اور آپ کی ذریت کی ذریت دونوں جگہ اور ہر دور میں اسی شان سے تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا کام انجام دیتے رہے کہ بفضل تعالیٰ اس خاندان کے ذریعہ ہندوستان کے وسط سے روشنی اسلام شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک پھیل گئی۔

چھٹی صدی کے وسط میں آپ نے وطن چھوڑا اور حضرت خواجہ عثمان ہرونی علیہ الرحمۃ سے بیعت کی اور پھر چھٹی صدی کے اختتام پر حضرت خواجہ غریب نوازؒ ہندوستان میں تشریف لائے تھے۔ اور اجمیر کو اپنا مستقر بنایا تھا اس وقت ملک پر جیسا کہ پہلے بھی کہا ہے کفر و شرک اور بداخلاقی کی تاریک فضا چھائی ہوئی تھی۔ برہمنوں کے ہاتھوں ملک کی آبادی پست و بلندی دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی، اکثریت پست طبقہ کی تھی جو شودر کے نام سے موسوم تھا۔ اس اکثریت کی حالت بد سے بد اور نہایت ذلیل تھی، ایسے حالات میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے عقیدۂ توحید اور تعلیم اسلام کو ملک میں پھیلایا اور مساوات اسلامی کی تعلیم دی، شائستہ اطوار سکھائے، حسب دستور ابتدائی مخالفت اور دشواریوں کے باعث یہ پیامات اسلامی ملک و قوم میں مقبول ہوتے چلے گئے اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے اور چشم فلک نے نائب رسول اللہ فی الہند کی مساعی جمیلہ سے پھر ایک دفعہ وہی منظر دیکھا جو پہلے دیکھا تھا۔

یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ہ [1]

ہم بطور سند "سیر الاولیاء" کی عبارت پیش کرتے ہیں اس میں ہندوستان کی تاریک زندگی کا نقشہ بھی ہے اور حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے تبلیغی شاہکار

---

[1] سورۃ نصر پ ۳۰

کا نقشہ بھی ہے۔

"ملک ہندوستان تا حدِ برآمدن آفتاب ہمہ در کفر و کافری و بُت پرستی بود و از متمردان ہند ہر یکے دعوائے "انا ربکم الاعلیٰ" می کرد۔ خدائے راجلّ و علیٰ شریک می گفتند و سنگ و کلوخ و دد و درخت ستور گاؤ را سجدہ می کردند۔ و بظلمت کفر قفل دلِ ایشاں ظلم و محکم بود۔"

"بوصولِ قدم مبارک آں آفتاب اہلِ یقیں کہ بحقیقت معین الدین بود ظلمت ایں دیار بہ نورِ اسلام روشن و منور گشت۔"

ترجمہ: آپ کے تشریف لانے سے پہلے سارے ہندوستان میں کفر و بُت پرستی کا رواج تھا اور ہندوستان کا ہر ایک سرکش اور متکبّر یہی کہتا تھا کہ "انا ربکم الاعلیٰ" وہ لوگ خدائے عزوجلّ کا شریک ٹھہراتے تھے، پتھر، ڈھیلے، درخت، چوپائے، گائے اور اس کے بول و براز کو سجدہ کرتے تھے۔ کفر کی تاریکی سے ان کے دلوں کے قفل مضبوط ہو گئے۔ اُس آفتاب اہلِ یقین کے تشریف لانے پر جو حقیقت میں دین کے مددگار تھے اس مُلک کی تاریکی دُور ہو گئی، اور مُلک نورِ اسلام سے روشن و منوّر ہو گیا۔"

سیر العارفین میں لکھا ہے:

کہ اس مُلک کے بہت سے مشہور کافر حضرت خواجہ رح کی برکت سے ایمان سے مشرف ہوئے جو ایمان نہ لائے وُہ بھی عقیدت اور نیازمندی کی مراسم بجا لاتے تھے، بعد میں بھی اس طرح آپ کا آستانۂ اقدس پر نیازمندی سے حاضر ہوتے تھے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رح اکثر روزہ رکھتے تھے افطار میں جَو کی روٹی

کے چند ٹکڑوں پر اکتفا فرماتے تھے شب و روز کی عبادت و ریاضت سے نظر کیمیا اثر میں یہ تاثیر ہو گئی تھی کہ جس پر ایک دفعہ نظر با برکت پڑ جاتی وہ گناہوں سے تائب ہو کر نیکی اور پرہیز گاری کو اپنا شعار بنا لیتا تھا اور پھر گناہ کے قریب نہ جاتا تھا۔

"احوالِ پیرانِ چشت" کے مؤلف نے اس کیفیت کو یوں لکھا ہے۔

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ دہلی میں قیام رکھتے تھے بادشاہِ وقت سلطان شمس الدین آپ سے بیعت تھا۔ خلقِ خدا آپ کے گرد ہجوم کئے رکھتی تھی۔ خواجہ غریب نوازؒ ایک دفعہ دہلی تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے پاس قیام فرمایا۔ شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ سے بھی ملاقات ہوئی، شیخ الاسلام نے آپ سے شکوہ کیا کہ آپ کے خلیفۂ اعظم کے یہاں ہوتے ہوئے مجھے باوجود حکومت کا شیخ الاسلام ہونے کے کوئی نہیں پوچھتا، خواجہ غریب نوازؒ نے تبسّم فرما کر ارشاد فرمایا، فکر نہ کرو، ہم ان کو اپنے ساتھ اجمیر لے جائیں گے، چنانچہ حضرت قطب الاقطاب سے خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا! بابا قطب الدین تمہاری شہرت اور کشش اس درجہ ہے کہ شیخ نجم الدین صغریٰ کو شکایت ہے، مناسب ہے کہ اب تم ہمارے ساتھ اجمیر چلو اور وہیں رہو۔

چنانچہ حضرت قطب الدین حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ساتھ دہلی سے اجمیر کے لیے روانہ ہو گئے مگر فوراً ہی تمام شہر اُمنڈ آیا۔ تمام شہر والے بادشاہ وقت سلطان شمس الدین التمش کو ساتھ لے کر آپ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اہلِ شہر گریہ وزاری کرتے جاتے تھے جہاں ان بزرگوں کے قدم پڑتے تھے اُسی جگہ کی مٹی کو لے کر آنکھوں سے

لگاتے تھے حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا:

"بابا قطب الدین تم یہیں رہو، میں نہیں چاہتا کہ ایک شخص یعنی شیخ الاسلام کی وجہ سے اس قدر مخلوقِ خدا کی دل شکنی ہو۔"

اس ارشاد پر اس ہجوم میں ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی، شمس الدین التمش حضرت خواجہ غریب نواز رحؒ کی قدم بوسی اور آداب بجا لایا اور حضور قطب الدینؒ کو ساتھ لے کر مع اہل شہر خوش خوش دہلی کی طرف روانہ ہوا حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ اجمیر کی طرف روانہ ہو گئے۔ [1]

اس کے بعد اجمیر شریف میں کچھ اور زمانہ گزرا، پھر وصال حق کے دن قریب آگئے وصال سے چند روز پیشتر آپ حجرہ میں بند رہنے لگے۔ اہلِ عقیدت حجرہ کے باہر سے پاکوبی کی آواز اور آہٹ سُنتے تھے۔ جب یہ آواز اور آہٹ بند ہو گئی اور آثارِ رحلت محسوس ہوئے تو حجرہ مبارک کو کھولا، حضور رحلت فرما چکے تھے، پیشانیٔ اقدس پر

"مَاتَ حَبِيْبُ اللّٰهِ فِيْ حُبِّ اللّٰهِ"

(اللہ کے حبیب اللہ کی محبت میں وصال فرما گئے) کے نورانی الفاظ محسوس ہوتے تھے۔ [2]

۶ رجب بروز دوشنبہ ۶۳۲ھ [3] حضور خواجہ غریب نواز رحؒ کا یوم وصال ہے۔ آپ کے مقام عبادت ہی میں تجہیز و تکفین ہوئی۔ اس مقام پر مزار اقدس بنا۔ جو آج تک زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ وصال کے وقت عمر شریف ۹۷ سال تھی، اجمیر

---

[1] معین الارواح ص۶۳ یہ واقعہ ۶۲۱ھ / ۱۲۲۴ء کا ہے۔

[2] معین الارواح ص۶۶

[3] معین الارواح ص۶۶ اور مراۃ الاسرار (قلمی) جلد اول ص۴۲۲ پر سن وصال ۶۲۷ھ درج ہے، تاریخ محمدیہ (مرتبہ محمد حارثی بدخشی) قلمی جو کہ کتب خانہ رامپور میں ہے میں ۶۲۷ھ یوم وصال ہے۔

شریف میں آپ کا عُرس مُبارک رجب المرجب کا چاند دیکھتے ہی یعنی چاند رات ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ ٦ر رجب کو قُل ہوتا ہے۔

عبادتِ الٰہی، ریاضت و مجاہدے میں اور رشد و ہدایت کی مصروفیت میں ضعیفی تک عقد نہ فرمایا۔ آں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فرزند معین الدین یکے از سُنّت ہائے من ترک کردہ ئی"

یعنی میرے فرزند عزیز تم نے میری سُنّت ہی سے ایک سُنّت کو ترک کر دیا۔" خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے عرض کیا، "یا رسول اللہ! میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نکاح کرنا چاہیئے۔

اس کے ساتھ ہی یہ ہوا کہ اُسی زمانہ کے بزرگ حضرت وجیہہ الدین مشہدی تھے ان کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پیغام سنایا کہ اپنی صاحبزادی کا عقد خواجہ معین الدین چشتی سے کر دو۔" چنانچہ وہ خود اس حکم کی تعمیل کے لیے حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواب کی بشارت بیان کی۔ خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم سر آنکھوں پر۔"

چنانچہ اس طرح ضعیفی میں عقد ہوا، تین صاحب زادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں، اسماء گرامی یہ ہیں۔

١:۔ حضرت خواجہ سید فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ [1]

---

[1] خواجہ فخر الدین ابو الخیر ٥٩١ھ میں پیدا ہوئے آپ نے موضع مانڈل (جو اجمیر سے تین منزل پر ہے) بود و باش فرمائی۔ آپ بزرگ عالی مرتبت اور صاحبِ مقام عالیہ تھے علوم ظاہر و باطن سے آراستہ تھے۔ آپکا وصال بعمر ٧٠ سال ٦٦١ھ میں ہوا، تاریخ وصال ٥ر شعبان ہے۔ مزار شریف قصبہ سرواڑ (اجمیر سے تقریباً ٦٤ یا ٤٢ میل کے فاصلہ پر) میں ہے۔

۲۔ حضرت خواجہ سید ضیاء الدین ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ ۱؎

۳۔ حضرت سید حسام الدین ابو سعید علیہ الرحمۃ ۲؎

۴۔ صاحبزادی کا نام حضرت بی بی حافظہ جمال رحؒ ہے۔

یہ سب بزرگ روحانیت کے درجۂ کمال پر فائز تھے اور بھرپور طریقہ سے نعمتِ باطنی سے مالامال تھے۔ دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت ان کا مشغلہ تھا اور یہی ان کی ذریت کا مشغلہ رہا۔

۱؎ خواجہ سید ضیاء الدین ابو صالح رحؒ: آپ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، ۵۰ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ مزار شریف درگاہ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے احاطہ میں ہے۔

(خواجہ معین الدین رحؒ ص ۲۴۸ از مولانا معین الدین اجمیری رحؒ)

۲؎ خواجہ سید حسام الدین ابو سعید رحؒ: آپ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے فرزند اوسط ہیں۔ ۵۴ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ خورد سالی میں ہی ابدالوں کی صحبت میں شامل ہو گئے آپ کا مزار کراچی میں ناظم آباد سے تقریباً ۴ میل کے فاصلہ پر ہے جو ایک پہاڑی پر ہے مزار شریف کے کتبہ میں مرقوم ہے۔

"مزار پُر انوار خواجہ ابو سعید ابدال چشتی رحؒ"

(معین الارواح ص ۶۸)

نوٹ: شیخ فخر الدین علیہ الرحمۃ کے صاحبزادہ حضرت شیخ حسام الدین سوختہ ہیں۔ اپنے غائب شدہ بھائی کے نام پر انہوں نے اپنے صاحبزادہ کا نام حسام الدین رکھا جو سوختہ کے لقب سے مشہور ہوئے خواجہ نظام الدین دہلوی سے آپکو بیعت تھی۔ موضع سانبھر میں آپکا مدفن مبارک ہے۔ جو اجمیر شریف کے قریب اور اس سے جانب غرب شمال میں واقع ہے۔"

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے خلفاء کی تعداد بہت کافی ہے یہ سب بزرگ صاحبِ خانقاہ ہوئے ہیں اور اپنے مرکزوں سے مختلف مقامات پر ملک اور بیرونِ ملک اپنے اپنے خلفاء بھیجتے رہے۔ مرکزوں پر یہ خود اور دیگر مقامات پر اُن کے خلفاء نے دینِ محمدی کی بیش از بیش خدمت انجام دی۔

جس طرح ہم خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے حالات لکھنے سے پیشتر تصوّف کے ضروری مسائل لکھ آئے اسی طرح چند وہ ضروری مسائل جن کا آخر میں بیان کرنا مناسب تھا درج کرتے ہیں۔

خواجہ غریب نواز نائبِ رسول اللہ فی الہند کی حیثیت سے

اکابر اولیاء اللہ، ملفوظات میں حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کا ذکر نائب رسول فی الہند کے نامِ نامی سے کرتے ہیں آج ہم بھی اُن جملہ حالات پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں جن میں نائب رسول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت حاصل ہے یہ مشابہت بڑی حد تک شانِ نیابت کو ظاہر کرتی ہے۔

(۱) مثلاً پہلی بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پیامِ توحید مکّہ میں لوگوں کو دینا شروع کیا تو چاروں طرف کفر و شرک کا ماحول تھا۔ حالات گرد و پیش ناموافق تھے اعداء کا ہجوم تھا، احباب کی قلّت تھی، ہمہ قسم کی بے سروسامانی تھی مگر ملک عرب کا مرکزی مقام مکّہ ہی تھا اس لیے پیغام کا آغاز اسی شہر سے کرنا تھا خصوصاً اس لیے کہ یہاں سے اس پیام توحید کا ملک میں چاروں طرف پھیل جانا قرین قیاس تھا۔ اقوام کا اس مرکزی مقام پر آنا اور اس پیام سے مستفید ہونا آسان تھا۔

ہندوستان میں یہی حیثیت اور یہی حالت اجمیر کی تھی۔ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نائب رسول اللہ نے جب اجمیر میں لوگوں کو پیام توحید دینا شروع کیا تو چاروں طرف کفر وشرک کا ماحول گھیرے ہوئے تھا، تمام حالات ناموافق تھے اعداء کا ہجوم تھا احباب کی قلت بھی اسی طرح کی تھی چند درویش صرف ساتھ تھے سر وسامان کچھ بھی نہ تھا غرض ہر طرح نائب رسول کے حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے مشابہ تھے۔

(۲) مکہ میں کفار لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی تکلیف دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبر سے کام لیتے تھے، ٹھیک اسی طرح اجمیر میں کفار لوگ نائب رسول کو اور آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی اذیت دیتے تھے اور حضرت خواجہ غریب نواز صبر سے کام لیتے تھے۔

(۳) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے درمیان جنگ اور غزوات واقع ہوئے اسلام کی پہلی جنگ یعنی بدر میں ظاہری حالات فتح کی تائید میں نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک پر ایک دعا تھی جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی۔

نائب رسول کو اجمیر میں بھی کفار سے جنگ کی فضا محسوس ہوئی پرتھوی راج جو اجمیر پر مسلط تھا شہاب الدین محمد غوری کو پہلی جنگ ترائن میں شکست دے چکا تھا، دوسری جنگ ترائن میں ظاہر حالات فتح کے نہ تھے مگر نائب رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ "ما رائے پتھورا اگر فتیم و بہ مسلمانان دادیم" اس کی برکت تھی کہ شہاب الدین محمد غوری نے جب دوسری بار جنگ ترائن پرتھوی راج سے لڑی تو پرتھوی راج گرفتار ہو کر قتل ہوا اور شہاب الدین محمد غوری کو فتح ہوئی۔ آخر کار جس طرح مکہ فتح ہوا، اسی طرح اجمیر فتح ہوا، اور حکومت اسلامی قائم ہوگئی۔

(۴) اجزائے کارِ ہدایت اور خلفاء کا دور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مساعی جمیلہ کو کفار و مشرکین کی اس شدید مخالفت کے باوجود ایسی عظیم الشان کامیابی ہوئی جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں ایک لاکھ سے زیادہ کا عظیم الشان اجتماع تمام تاریخوں سے ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے لیے ائمہ اہلِ بیت اور اصحاب میں ایسی ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں جو اپنے اپنے وقت میں آفتاب و مہتاب ثابت ہوئیں اور یہ سلسلہ در سلسلہ اسی طرح چلا کہ آج تک اولیاء اُمت اور علماء امت کے ذریعے جاری ہے۔

نائب رسُول فی الہند حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی مساعی جمیلہ بھی اسی طرح بارآور ہوئیں کہ آپ کی ذریّت اور آپ کے خلفاء کی کوششوں سے ہندوستان منور ہو گیا۔ چنانچہ ان بزرگوں کے آستانے اور ان پر اہلِ سلسلہ کے اجتماع آج بھی زبانِ حال سے بتا رہے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنی حیات ظاہری میں تبلیغ دین اور اشاعتِ سلسلہ کے لیے کیا کچھ جد و جہد کی ہو گی۔ حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے ہیں آپ کا آستانہ اجمیر شریف سے ۴۳ میل کے فاصلہ پر دیولی روڈ بر سابق ریاست کشن گڑھ کی حدود میں واقع ہے اور آج بھی مرجعِ انام ہے۔ یہ حضرت خواجہ اجمیری کی سلسلۂ نسب کے لحاظ سے دوسری پشت ہے۔ تیسری پشت میں خواجہ اجمیر کے پوتے اور حضرت خواجہ فخر الدین کے صاحبزادے حضرت حسام الدین سوختہ[1] کا آستانہ سابق ریاست جے پور میں مرجعِ انام ثابت ہوا۔

---

[1] صاحب اخبار الاخیار شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"سوختہ آتش محبت و دوختہ ناوک مودت تھے۔"

(اخبار الاخیار صہ ۱۱۴ فارسی)

حضرت خواجہ اجمیر کے خلفاء میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ ایک عظیم الشان مرکزِ فیض ہے۔ سلسلۂ بیعت کے لحاظ سے یہ حضرت خواجہ اجمیر کی دوسری پشت ہے۔

تیسری پشت میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کا آستانہ پاکپٹن میں اور چوتھی پشت میں حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ دہلی میں مرکزِ فیض عام بنا ہوا ہے۔ یہ سلسلے آج تک جاری ہیں ان اکابر سے سلاطین وقت اور تمام امیر و غریب رشتۂ عقیدت کے ساتھ وابستہ ہیں، چنانچہ سلطان شمس الدین التمش حضرت قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ سے اور سلطان غیاث الدین بلبن حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ سے بدرجۂ کمال ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔

خود حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کے آستانہ پر سلاطین وقت حاضر ہوتے رہے اور اپنی اپنی عقیدت کے ثبوت میں زائرین کی آسائش کے لیے تعمیرات قائم کرتے رہے جو آج تک اسی آب و تاب سے موجود ہیں۔

سچ ہے ؎ نہ زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سال ہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

(۵) جامعیتِ تعلیم

جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی تعلیمات کے ایک ایک اصول ہیں اور ایک ایک جملے میں جامعیت ہے، یہ فیضانِ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نائب رسول اللہ فی الہند کے ارشادات میں بھی وہ جامعیت ہے جس کے ایک ایک لفظ سے نیابت کی شان ظاہر ہے، مثلاً واقعہ کربلا اور شاہکار حسین علیہ السلام پر لاکھوں بزرگوں نے بہت کچھ کہا مگر جو نائب رسول اللہ فی الہند نے کہا جامعیت کا یہ عالم ہے کہ چند مختصر الفاظ میں وہ بات فرما دی جو کسی اور سے

نہ بن پڑی کہ شاہکارِ حسین علیہ السلام نے بنیاد لا الٰہ الا اللہ کو از سرِ نو قائم کر دیا۔ ارشاد عالی ملاحظہ ہو۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

فتح مکہ پر کعبۃ اللہ کے بالائی بُت توڑنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی (علیہ السلام) تم وزن نہیں اٹھا سکتے اس لیے تم میرے کندھے پر کھڑے ہو کر بالائی بتوں کو توڑ دو۔ یہ بڑا اہم واقعہ ہے کہ کائنات کا معبدِ اول جو خدائے واحد کی عبادت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا وہاں بھی کفر و شرک کے مجسمے نصب ہو گئے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کا گھر اس آلائش سے پاک ہو رہا ہے اور یہ عجیب منظر ہے کہ علیؑ دوشِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر حکمِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اُن بتوں کو توڑ رہے ہیں اس واقعہ کو صدہا مؤرخین نے بیان کیا مگر نائب رسول اللہ فی الہند حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے جس لطافت سے اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے وہ اسی ایک مختصر شعر سے عیاں ہے۔

علیؓ بر دوش احمد چشم بد دور
عیاں شد معنی نورٌ علیٰ نور

ایک اور موقعہ پر نائب رسول اللہ فی الہند حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمۃ جناب آدم علیہ السلام کے ابوالبشر ہونے اور جناب علیؑ کے ابوالاولیا ہونے کے نازک مضمون کو کس خوبصورتی سے بیان فرماتے ہیں کہ اگر اُس کی تفسیر کی جائے تو ایک مقالہ تیار ہو سکتا ہے یہ تمام جامعیت ایک شعر میں سما گئی ارشادِ عالی ملاحظہ ہو۔

؎ بہ اصل و فرع بہ بیّن و تمیز مرتبہ کُن
ابوالبشر بود آدم ابو تراب علیؓ

یہ واضح ہے کہ تراب سے مُراد وُہ اولیاء اللہ ہیں جو عشقِ الٰہی میں خاک در خاک ہو گئے اور ابو تراب کے معنی ابوالاولیاء ہیں۔ اس شعر میں جناب آدم علیہ السلام کا پاس ادب بھی ہے اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا امتیاز بھی ہے۔

ایک مضمون اہلِ عرفان کا یہ بھی طرح طرح سے بیان ہو چکا ہے کہ تن پروری بے کار ہے۔ رُوح کا تزکیہ اور اس تزکیہ کے ذریعے سے رُوح کا علو درکار ہے اس مضمون کو جامع الفاظ میں کس برجستہ انداز سے نائبِ رسول اللہ فی الہند حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

تن چو از خاک است اورا خاک می باید شدن
جان ز افلاک است بر افلاک می باید پرید

اگر ہم ملفوظات کے ذخیرہ سے نثر کے چند جملے بھی اس موقع پر درج کر دیں تو اچھا ہے، حضرت نائب رسول اللہ فی الہند علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔

"زندگی بے مرگِ حبّہ نیر زد"

زندگی اہلِ علم کے نزدیک بڑی دل کش اور موت بڑی بھیانک چیز ہے مگر موت ایمان پر ہو تو واصل حق ہو کر اپنی مُراد کو پہنچ جاتا ہے اس لیے موت کی قدر و قیمت کو چند الفاظ میں اتنا اچھا بیان فرما دیا کہ لاکھوں اہلِ فہم سے یہ حسن ادا بن نہ ہوا۔

(۶) فیوضِ مرقدِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور فیوضِ مرقدِ خواجہؒ

شیخ اور پیر و مرشد کی زندگی میں بیعت کے بعد سے بڑا فیض ہوتا ہے اور شیخ کے وصال کے بعد مرقد شیخ سے بھی فیض ہوتا ہے اور یہ سب رسُول کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ اور وسیلہ ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کمالات کا عکس اُمت کی مخلص اور صالح ہستیوں میں ڈالا ہے چنانچہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد انور کے مختصر طور پر ایک دو واقعہ بیان کریں گے پھر خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ اور اکابر امّت کے مرقد کے فیوض مختصراً بیان کریں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تصنیف جذب القلوب[۱] میں ایک بدوی کا واقعہ لکھتے ہیں، آستانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا اور سلام کے بعد بڑے جذب وکیف سے اپنی معصیت کے تصور اور استغفار کی نیت سے یہ آیت پڑھی:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

ترجمہ: اور جب وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم (گناہ) کریں تو (اے محبوب) پھر تمہارے حضور حاضر ہو جائیں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔"

یہ آیت بدوی نے پڑھی اور عرض کیا! حضور، حیات ظاہری میں لوگ حاضر ہوتے تھے اور عرضِ حال کرتے تھے، میں اب مزار اقدس پر حاضر ہوں۔ اس آیت پاک کے پڑھتے ہی مرقد نبوی سے آواز آئی کہ اللہ نے تیری استغفار منظور فرمائی اور تجھے بخش دیا۔"[۲]

---

۱ جذب القلوب الی دیار المحبوب صـ ۲۲۶ مطبوعہ کراچی (اردو)

۲ تفسیر احکام القرآن للقرطبی صـ ۲۶۵ جلد ۵ طبع مکہ مکرمہ
حجۃ اللہ علی العالمین صـ ۷۸۵ مطبوعہ پاکستان

اس کے علاوہ ایک اور واقعہ ہم نے مستند شیوخ سے سُنا ہے، ہندوستان سے ایک سید بزرگ اُمّ العالم حج کے سلسلہ میں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ اس زمانہ میں حجاز میں شریف مکہ فرمانروا تھے اور شریف مکّہ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ تبرّکات تھے۔ ان بزرگ نے شریف مکّہ سے مل کر کہا کہ میں بھی سیّد ہوں، مجھے بھی ان تبرکات میں سے کوئی چیز عنایت کر دیں تاکہ میں اسے ہندوستان لے جاؤں اور وہاں کے لوگ اس سے برکت حاصل کریں، ان بزرگ کا رنگ و روپ اُجلا نہ تھا، شریف مکّہ نے کہا کہ شکل وصورت سے آپ سیّد معلوم نہیں ہوتے ان بزرگ نے کہا کہ اگر میرے جدّامجد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری سیادت کی تصدیق فرما دیں تو کیا آپ مجھ کو یہ تبرّک دے دیں گے؟ شریف مکّہ نے حیران ہو کر کہا کہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ ان بزرگ نے کہا مرقد انور پر چلیئے چنانچہ یہ لوگ حاضر ہوتے ان بزرگ نے مرقد انور پر حاضر ہو کر عرض کیا،

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاجَدِّیْ وَاَمْجَدِیْ"

مزار اقدس سے جواب آیا،

"وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَااَحْسَنَ الْوَلَدِیْ"

شریف مکّہ بے حد متاثر ہوا اور ان بزرگ کو ان کے حسبِ منشا رکچھ تبرکات دے دیئے۔[1]

اخبار الاخیار میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حج کی نیّت سے حجاز مقدس گئے،

---

[1] یہ واقعہ غالباً سید جلال الدین جہاں گشت رح (م ۷۸۵ھ) کا ہے جس کو کچھ الفاظ کے تغیّر سے خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے۔
(مرآۃ العاشقین ص ۸۵ طبع سیال شریف)

حج سے فارغ ہوکر یہ بزرگ اپنے احباب کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچ کر مسجد نبوی میں گنبد خضرا کے قریب قیام کیا، عشاء کی نماز کے بعد ان کے ساتھیوں نے کہا بازار چل کر کھانا کھا لیجئے۔ ان بزرگ نے کہا:

"ما امروز مہمان حضرت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایم۔"

ہم آج حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں۔"

ساتھی چلے گئے اور فوراً گنبدِ اقدس سے کوئی فرشتہ صفت بزرگ ہاتھ میں سرپوش سے ڈھکی ہوئی کشتی لے کر برآمد ہوا اور آواز دی،

"مہمان حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کجا است؟

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان کہاں ہے؟

یہ بزرگ کسر نفسی سے یہ سمجھے کہ شاید اس وقت مہمان سے مراد کوئی اور ہوں، دوسری اور تیسری دفعہ پھر یہی آواز آئی جب کوئی اور سامنے نہیں آیا تو یہ بزرگ سمجھ گئے کہ یہ عطا میرے لیئے ہی ہے۔ ادب سے بڑھ کر کشتی ہاتھ میں لی، اس میں نہایت افراط سے نہایت اعلیٰ درجہ کی کھجوریں تھیں انہوں نے خود کھائیں اور ساتھیوں کو بھی دیں۔ [1]

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ [2] سلسلۂ چشتیہ کے ایک عظیم الشان بزرگ ہیں آپ اجمیر آئے اور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے آستانہ پر حاضری دے کر رات وہیں گزاری، گنبد کے نزدیک نوافل میں قرآن مجید شروع کر دیا ایک متشابہ ہوا، مزار اقدس سے آواز آئی "باز بخواں" (دوبارہ پڑھو) چنانچہ دوبارہ پڑھنے

---

[1] اس واقعہ کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "جذب القلوب الی دیار المحبوب" کے ص ۲۱۴ پر بھی الفاظ کے تغیر سے نقل فرمایا ہے۔ [2] مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کے مرید اور خلیفہ تھے آپ کی ذات سے سلسلہ چشتیہ کو خوب عروج ہوا۔ ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء میں انتقال فرمایا، مزار مبارک دہلی میں مرجع خلائق ہے۔

وہ متشابہ رفع ہوگیا۔ سردی کی رات تھی گنبدِ اقدس کا دروازہ بند ہوگیا تھا اور کلید بردار باہر پہرہ دے رہا تھا اس نے دیکھا کہ مزار اقدس کا بیش قیمت اور زریں غلاف باہر ایک درویش اوڑھے ہوئے نوافل پڑھ رہے ہیں یہ کلید بردار حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ اور آپ کی شان سے واقف نہ تھا۔ اس لیے سرقہ کا شبہ کیا، سرزنش کی غلاف واپس لے کر پھر مزار اقدس پر پیش کر کے گنبد شریف کا دروازہ نہایت احتیاط سے مقفل کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ پھر وہی غلاف مزار آپ کے جسم مبارک پر ہے اب یہ کلید بردار سمجھ گیا کہ یہ کوئی بڑے بزرگ ہیں اور خود خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ اپنے مہمان کی خاطر داری کر کے (اپنی کرامت) سے یہ غلاف اڑھا دیتے ہیں کہ سردی محسوس نہ ہو۔"

اس قسم کے واقعات حاضر باش حضرات کو اکثر پیش آتے رہتے ہیں جن سے فیوض خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ واضح ہو جاتا ہے۔

ایسی صریح کرامت اور فیوض پر شک کرنے والا کتنا محروم قسمت اور بدنصیب ہے۔ ہماری اپنی کتاب زندگی میں ایسے واقعات ہیں جن کو طوالت کے خوف سے لکھنا دشوار ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے سلسلہ میں حضرت خواجہ محمد سلمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ ہیں ان کے سجادہ نشین حضرت حامد صاحب نے ایک ہندو راجپوت کو دیکھا آپ نے خود اس سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے مزار پر دعا کرنے کی برکت سے مجھے دوبارہ بینائی میسر آئی ہے۔

غرض یہ کہ آستانہ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ پر ایسے لوگ ہر دور میں حاضر ہوتے رہے ہیں جو مرض سے صحت، افلاس سے فراخی اور مصیبت سے

نجات چاہتے تھے اور حاضر آستانہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے بتوسل خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ اپنی مرادیں حاصل کرتے تھے خود شہنشاہ جہانگیر کو بھی ایک واقعہ پیش آیا۔ جس کا ذکر اپنی مشہور کتاب تزک جہانگیری میں کیا ہے۔

کہتا ہے کہ میں اجمیر میں تھا اور اندرون مُلک سے کچھ بغاوت کی پریشان کن خبریں آرہی تھیں، مصیبت یہ تھی کہ میں خود بیمار بھی تھا، میں سیاسی مصلحت سے اپنی بیماری کو اپنے طبیب خاص پر بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آخر آستانۂ غریب نواز علیہ الرحمۃ پر حاضر ہو کر صحت کے لیے بھی اور مُلک کی بغاوتوں سے نجات کے لیے بھی دُعا کی، نذر مانی کہ اگر میری دونوں مرادیں حاصل ہو گئیں تو حضرت کا حلقہ بگوش ہو جاؤں گا۔ جہانگیر لکھتا ہے تھوڑا عرصہ گزرا کہ مجھے صحت بھی ہو گئی اور اندرون مُلک سے بغاوتوں کے فرد ہونے کی خبریں بھی آگئیں، میں نذر پوری کرنے آستانہ پر حاضر ہوا، عملاً اپنا کان چھدوایا اور غلامی کا حلقہ کان میں ڈالا، میرے سرداروں نے بھی میری طرح یہ رسم ادا کی۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء کرام کے آثار و تبرکات

ہم کو اس مقالہ میں ضرورت محسوس ہوئی کہ آزاد خیالی کے دَور میں اصلاحِ عقیدہ کی ضرورت کے تحت، انبیاء اور اولیاء کے آثار و تبرکات کی برکتیں بھی بیان کردیں اور اس کا ثبوت بھی پیش کردیں۔

قرآن کریم میں تابوت سکینہ کا واقعہ تفصیل سے درج ہے اس کی خاص برکتوں

کے سبب بنی اسرائیل اس کو جنگ کے موقعہ پر لشکر کے آگے رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ان کو فتح دیتا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿﴾ [۱]

ترجمہ اور ان سے ان کے نبی (شمویلؑ) نے فرمایا اس کی (طالوت) کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ یہ تمہارے پاس وہ تابوت (صندوق) لے آئے جس میں تمہارے ربّ کی طرف سے سامان سکونِ قلب ہے، اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی کچھ بچی ہوئی (بابرکت) چیزیں ہیں۔ اس تابوت کو فرشتوں کے ذریعہ (جہاں سے بھی غائب ہے، وہاں سے) فرشتے اُٹھا لائیں گے۔ بیشک اس میں تمہارے لیے بڑی نشانیاں ہیں بشرطیکہ تم ایمان رکھتے ہو"

مفسرین [۲] لکھتے ہیں کہ تابوت سکینہ ایک صندوق تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات اور کچھ اپنا سامان رکھتے تھے اس میں کچھ الواحِ تورات کے ٹکڑے بھی تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، آپ کے کپڑے، آپ کی نعلین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ ان کا عصا بھی تھا، کچھ "من سلویٰ" جو بنی

---

[۱] سورۃ بقرہ پ ۲

[۲] جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) صاحبِ تفسیر جلالین
شیخ سلیمان جملؒ (م ۱۲۰۴ھ) صاحبِ تفسیر جمل
شیخ علاؤالدین خازنؒ (م ۷۲۵ھ) صاحبِ تفسیر خازن

اسرائیل پر نازل ہوتا تھا وہ بھی تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہ صندوق بنی اسرائیل میں وراثتاً منتقل ہوتا رہا اور بنی اسرائیل کا معمول رہا کہ جب کوئی مشکل ہوتی وہ اس کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے۔ دشمن کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے، جب بنی اسرائیل کی بداعمالیاں زیادہ ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے عمالقہ کو مسلط کر دیا وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کی بے حرمتی کی وجہ سے وہ عمالقہ بھی طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوگئیں۔ اب ان کو یقین ہوگیا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث ہے تو انہوں نے تابوت کو ایک بیل گاڑی میں رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اس تابوت کا واپس آنا ، طالوت کی بادشاہی کی نشانی تھی جیسا کہ ان کے نبی نے فرمایا تھا۔ بنی اسرائیل نے یہ دیکھا تو طالوت کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے طالوت کی ہمرکابی میں اپنے دشمن سے جنگ کے لیے آمادہ ہوگئے، حضرت داؤد علیہ السلام جو لشکر طالوت میں موجود تھے جالوت کو قتل کیا اور جنگ میں کامیاب ہوئے۔ طالوت کے مرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام اس تابوت کے مالک رہے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی[1] علیہ الرحمۃ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں : کہ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا احترام لازم ہے ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتیں ہیں اور ان کی توہین بربادی کا موجب ہوتی ہے۔[2]

---

[1] مولانا نعیم الدین ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے علماء وقت سے اکتساب فیض کیا، مولانا احمد رضا بریلوی کے خلیفہ تھے، سیاست میں بھرپور حصہ لیا، آپکا ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ [2] حاشیہ کنز الایمان صفحہ ۶۵ طبع لاہور خلاصہ

مولانا احمد رضا خاں بریلوی[۱] علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی ایک کتاب[۲] میں تابوت سکینہ کی سند سے بزرگوں کے تبرکات کی برکت پر استدلال کیا ہے۔

خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں صحابہ کرام آپ کے ناخن مبارک اور موئے مبارک کو تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھتے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کو اپنے اس کلاہ میں سلوا کر محفوظ کر لیا تھا جس کو اوڑھ کر غزوات میں جاتے تھے اور فتح یاب ہوتے تھے۔[۲]

اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے بیمار اقربا کے لیے برتن میں پانی لے کر آتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرتے، حضور اس میں دست مبارک ڈال دیں تاکہ ہم مریض کو حصول صحت کے لیئے پلائیں۔[۳] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی میں ڈال دیتے اور اس پانی سے بیمار کو صحت ہو جاتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کی قسم کی چیزیں اہل بیت پاک اور صحابہ کرام کے پاس تبرک کے طور پر رہتی تھیں۔[۴]

---

[۱] مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ ۱۲۷۲ھ کو بریلی میں پیدا ہوئے، والد ماجد مولانا نقی علی خاں کے علاوہ مولانا غلام قادر بیگ، مولانا عبدالعلی رامپوری، اور شاہ ابوالحسن نوری وغیرہ سے تحصیل علم کی، شاہ آل رسول کے ہاتھ پر سلسلۂ قادریہ میں بیعت کی اور خلافت سے نوازے گئے۔ آپ کثیر التصانیف عالم تھے، ۱۹۲۱ء میں وصال ہوا۔ [۲] بدر الانوار۔

[۲] مدارج النبوۃ جلد اول صـ ۵۵۶ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

[۳] مدارج النبوۃ جلد اول

[۴] حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رض کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر قمیص، ازار اور کچھ موئے مبارک اور ناخن موجود تھے انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے آپ کی قمیص، ازار اور چادر میں کفن دیا جائے اور میری

بقیہ صـ ۷۷

اور اپنے اپنے خاندانوں میں وراثتاً منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ سلاطین اسلام بھی اپنے اپنے وقت میں ایسے تبرّکات حاصل کر کے اپنے پاس رکھتے اور ان سے برکت حاصل کرتے تھے اب بھی ایسے تبرکات لاہور اور دہلی کی شاہی مسجد میں موجود ہیں اور نیازمندان سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

تابوت سکینہ کے متعلق جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے تبرکات کا ذکر جو احادیث، مناقب اور سیرت[۱] کی کتابوں میں آتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بزرگوں کا فیض تو مسلّم ہے مگر ان کے تبرکات کی برکتیں بھی ثابت ہیں۔ ان کی زندگی میں ان کی ذات سے فیوض جاری تھے ان کے وصال کے بعد ان کے مرقد سے (جیساکہ پہلے ذکر آچکا ہے) فیوض جاری ہے ان کے تبرکات کی کشش جاری ہے ان کا یہ شرف من جانب اللہ ہے آب زمزم کی برکت سے آج بھی سب حجاج کرام مستفید ہو رہے ہیں، یہ بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاؤں مبارک کی برکت سے جاری شدہ ہے۔

بزرگانِ دین کے بعض متوسّل

(بقیہ حاشیہ ۷۶) ناک اور منہ اور ران اعضاء میں جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ السلام کے بال مبارک اور ناخن بھر دیئے جائیں۔ (اسماء الرجال (مشکوٰۃ)، ص ۳۹۸/۳ (اردو)) حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے تبرّکات کو بڑے اہتمام سے رکھتے تھے۔ (اسلام میں وسیلے کا تصوّر ص ۳۰۲ از مولانا معراج الاسلام مدظلہٗ طبع لاہور) حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرّکات تھے آپ مریضوں کی شفا وغیرہ کے لیے انہیں بکثرت استعمال کرتی تھیں۔ (اسلام میں وسیلے کا تصوّر ص ۳۱۴)

۱؎ تفصیل کے لیے بخاری، مسلم۔ مواہب للدنیہ، شرح زرقانی (مواہب) اور سیرت رسول عربی وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں۔

بزرگانِ دین کے بعض متوسلین کا سلسلہ آج سے ایک سو سال تک حسن و خوبی سے اپنے مقام پر اپنی ذمہ داریاں انجام دیتا رہا، مگر اس آخری صدی میں کہیں کہیں حالات دگرگوں ہوئے پوری قوم کے حالات بھی دگرگوں ہوئے، مگر ہادیانِ اُمّت کا گروہ بگڑے تو زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ

ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

جن جن چیزوں نے ان کے حالات کو خراب کیا وہ نظر کے سامنے ہیں اگر اس سلسلہ میں اصلاحی مقصد سے کچھ لکھ دیں تو بے جا نہ ہوگا۔ خرابیاں ترتیب وار کچھ اس طرح ہیں۔ (۱) مفت کی معاش نے کاہلی پیدا کر دی۔

(۲) کاہلی نے جہالت پیدا کر دی۔

(۳) جہالت نے اخلاق خراب کر دیئے۔

(۴) ان بزرگ زادوں کو اوسط درجہ کے مسلمانوں سے علم و عرفان اور تزکیۂ نفس کے ذریعے بلند تر رہنا تھا تاکہ ان کے گرد گھومنے والا نیاز مند طبقہ علم و عرفان اور تزکیۂ نفس کی باتوں سے اپنا حصّہ حاصل کریں مگر وہ حصّہ ملنا بند ہو گیا، مصیبت بالائے مصیبت یہ ہوئی کہ وقف کی آمدنی اور نذر کی آمدنی جس سے خانقاہ کے مقاصد انجام دیتے تھے وہ آمدنی اپنے ہی گھر کے مقاصد پر صرف ہونے لگی اس خیانت کا نتیجہ یہ ہوا کہ علامہ اقبال جیسے اہل عقیدت کو بھی بارگاہ رسالت مآب میں یہ فریاد کرنی پڑی۔

ے غضب ہیں مُرشدانِ خود بیں خُدا تیری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

کبھی علامہ اقبال کو قوم کو بیدار کرنے کے لیے خود قوم سے یہ کہنا پڑا۔

ے یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بُوذر و دلق اویس و چادرِ زہراؓ

ابُوالاثر حفیظ جالندھری نے بھی اتنی بات کسی ترتیب سے کہہ دی۔

ے فقر نے بوریا دیا مجھ کو!
تن کے میں بادشاہ بن بیٹھا

آخرکار بہت سے نیازمند بھی اپنی گھبراہٹ میں آگے بڑھ کر پیچھے ہٹ گئے اس بگڑے ہوئے نقشہ کو دیکھ کر حکومتِ پاکستان نے ایک اصلاحی قدم بڑھایا اور محکمۂ اوقاف قائم کر دیا، تاکہ وہ ان خانقاہوں کے نظم و نسق کی اصلاح کرے، خداوند تعالیٰ! حکومت کے اس اقدام میں برکت دے۔

اب محکمہ اوقاف کی امداد سے کچھ ادارے بھی ان خانقاہوں میں قائم ہونے لگے ہیں مگر بعض مقامات پر یہ دیکھا ہے کہ یہ ادارہ اُن ہی متوسلین کے ہاتھوں میں پڑ گیا جن سے خود اپنی خانقاہوں کا نظام نہ ہوسکا، نتیجہ یہ ہوا کہ پیر صاحبان کے لواحقین کہیں کہیں خود ہی مینیجر بن کر اتنی تنخواہ لینے لگے جو ادارہ کے صدر مدرس یا ہیڈ ماسٹر کو بھی نہیں ملتی، دوسری خرابی یہ ہوئی کہ تجربہ کار استادوں کے سر پہ ایک ناآشنائے تعلیم اور ناتجربہ کار پیرزادہ بیٹھ کر ادارہ کو خراب کرنے لگا۔

اکل حلال، صدق مقال اور ترک مالایعنی

افسوس ہے کہ اکل حلال، صدق مقال اور ترک مالایعنی کی تعلیم دینے والا گروہ خود ہی غیر شرعی معاشں میں مبتلا ہو گیا اور اس معاش کو ناجائز سمجھتے ہوئے جائز قرار دینے لگا، کم خوردن و کم خفتن کا سبق دیتے دیتے خود ہی خواب و خور میں مبتلا ہو گیا۔ کم گفتن اور کم سفتن کا وعظ کہنے والے خرافات میں مبتلا ہو گئے۔

ان کے بزرگوں نے فرمایا تھا "بر در بادشاہ و امیراں نہ دید" مگر آج ان کی ذریت انتخابات کی مہم میں خواندہ و ناخواندہ شریک ہو کر توقعات بے جا کو اپنے اپنے دل میں پرورش کرتی ہیں، حکام وقت اور عدالت کا طواف بھی کرتے ہیں، گھروں پر تمام زیب و زینت کا سامان بھی رکھتے ہیں اور سرمایہ داری اور زینتِ حیات کے سامان کے درپے ہو کر جائز و ناجائز کمائی کا خیال بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ہم اپنے مقالہ کو چند آیات بیان کر کے ختم کرتے ہیں تاکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے دیں۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ [1]

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھا لو۔ اور اگر تم جانتے ہو۔"

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰٓ إِذَا فَرِحُوا بِمَآ أُوتُوٓا أَخَذْنَٰهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَٰلَمِينَ ۝ [2]

ترجمہ: پھر جب انہوں نے بھلا دیا ان نصیحتوں کو جو ان کو کی گئی تھیں، ہم نے ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوا جو ان کو مل گیا تھا تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا، پھر وہ شکستہ امید ہو کر رہ گئے پھر ظالموں کی جڑ کاٹ

---

[1] سورۃ البقرہ پ ۲ [2] سورۃ انعام پ ۷

دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے جو عالموں کا پالنے والا ہے"۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝[1]

ترجمہ: جو دُنیا کی زندگی اور زینت چاہتا ہوگا، اس میں ہم ان کو پُورا پھل دیں گے اور اس میں کمی نہ کریں گے مگر یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ و آتش کے اور کچھ نہیں، جو کام اور عمل یہ کرتے تھے وُہ سب اکارت گئے"۔

اگر! یہ گروہ ہم سے ناراض نہ ہو تو ہم دست بستہ اپنا ایک مختصر قولِ فیصل پیش کر کے بات ختم کرتے ہیں۔

قولِ فیصل ۔

گُل غلط گلشن غلط بُلبل غلط نغمہ غلط ‏ ‏ بے نیاز دوست اب ہے یہ رونقِ دنیا غلط

ہم غلط رہ رو غلط رہبر غلط رستہ غلط ‏ ‏ جبکہ تفسیر کلام اللہ نہیں یہ زندگی

خدا کرے ہمارا نصب العین حیات وہ ہی ہو جس کی تعلیم خود خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے ان الفاظ میں دی ہے۔

تن چو از خاک است او را خاک می باید شدن

جاں ز افلاک است بر افلاک می باید پرید

اچھا ہے اس مقالہ کے آخر میں ایک تمنّاءِ دلی بھی پیش کر دیں، بات کا آغاز و اختتام زمزمہ حمد پر اچھا ہے۔

---

[1] سورۃ ہود پ ۱۲

خانۂ دل میں وہ بس جائیں تو کیا اچھا ہو / میرے غم خانہ میں آجائیں تو کیا اچھا ہو!

وہ حجابات میں عظمت کے رہے پوشیدہ / ہم جو بن دیکھے تڑپ جائیں تو کیا اچھا ہو

تپش طور کے جھونکے میری جانب آئیں / دل کے شعلے جو بھڑک جائیں تو کیا اچھا ہو

آمد آمد کی فضائیں تو بپا ہیں دل میں / آج وہ مہمان بن جائیں تو کیا اچھا ہو

زمزمہ ریز سراتارِ نفس ہے دل میں / میرے نغمہ کو وہ سُن جائیں تو کیا اچھا ہو

دِل میں رُوح پھونک دی آثارِ قدم نے انکے / رُوح کے یہ راز کھُل جائیں تو کیا اچھا ہو

رُوح خود ان کی محبت کا گلستانِ ارم / پھُول خوش رنگ سے کھِل جائیں تو کیا اچھا ہو

ان سے منسوب محبت کو فنا کیسے ہو / یہ نشاں مجھ سے جو رَہ جائیں تو کیا اچھا ہو

امتحانات محبت کے لیے ہیں سالکؔ!
پیچ و غم زیست کے کھل جائیں تو کیا اچھا ہو

سرا نامہ حضورِ خواجہ لیجایا نہیں جاتا / مرا پیغامِ اُلفت ان کو پہنچایا نہیں جاتا

مجھے ان سے محبت ہے، انہیں مجھ سے محبت ہو / محبت کا کوئی پیماں لکھوایا نہیں جاتا

میرے چاک گریباں پر خفا تم ہو گئے شاید / محبت کا نشاں ہے اسکو سلوایا نہیں جاتا

شہیدانِ محبت کی تو خاک آلودگی زینت / یہی تو ہے شہیدوں کو جو نہلایا نہیں جاتا

معین الدین چشتی ہو، بہارِ دین و دُنیا ہو / تمہارے سامنے پھولوں سے مرجھایا نہیں جاتا

غمِ دُنیا سے اپنے چاہنے والوں کو مت چھوڑو / تمہارے غم کے ہوتے اور غم کھایا نہیں جاتا

مرے دل کو نہ دیکھو ہے یہ اُنکا محمل قدس / حریم ناز کے محمل کو، دِکھلایا نہیں جاتا

یہ مسند بھی تمہاری ہے یہ محفل بھی تمہاری ہے / لو آجاؤ کہ تم بِن دل کو بہلایا نہیں جاتا

خریدارِ محبت نے بلالی جنس بھی لے لی / یہاں یوسف بھی آجائیں تو بکوایا نہیں جاتا

سلاطین آئے سائل بن کے آئے مانگتے آئے / گدائے چشت بننے سے تو شرمایا نہیں جاتا

مجھے امید ہوتی ہے وہ خود ہی آنے والے ہیں
درِ اقدس پہ سالکؔ کو جو بلوایا نہیں جاتا

ضمیمہ

مرتّبہ

محمد صدّیق فآنی

حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ

سلسلۂ پدری

خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ

خواجہ غیاث الدین علیہ الرحمۃ

خواجہ نجم الدین طاہر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید عبد العزیز علیہ الرحمۃ

حضرت سید ابراہیم علیہ الرحمۃ

حضرت سید ادریس علیہ الرحمۃ

سید امام موسیٰ کاظم علیہ السلام [۱]

سید امام جعفر صادق علیہ السلام

سید امام باقر علیہ السلام

سید امام زین العابدین علیہ السلام

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

امام الامام خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ [۲]

---

[۱] حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر انور دُعا قبول ہونے کے لیے اکسیر و مجرب ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ صـ ۱۵۴) ابوعلی خلال مشہور محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے اور میں حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے توسل سے دُعا کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میری مراد بر لاتا ہے۔ (تاریخ بغداد) [۲] معین الارواح صـ ۷)

سلسلۂ طریقت

(۱) مقصودِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (وصال مبارک ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ)

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (وصال، ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ)

(۳) حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ (م سنہ ۱۱۰ھ)

(۴) حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ (م سنہ ۱۷۷ھ)

(۵) حضرت خواجہ فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ (م سنہ ۱۸۷ھ)

(۶) حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ (م سنہ ۱۶۶ھ)

(۷) حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی علیہ الرحمۃ (م سنہ ۲۳۵ھ)

(۸) حضرت خواجہ ابو ہبیرہ بصری قدس سرہٗ (م سنہ ۲۸۷ھ)

(۹) حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ (م سنہ ۲۹۹ھ)

(۱۰) حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی علیہ الرحمۃ (م سنہ ۳۲۹ھ)

(۱۱) حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی قدس سرہٗ (م سنہ ۳۶۰ھ)

(۱۲) حضرت خواجہ ابو محمد ناصر الدین چشتی علیہ الرحمۃ (م سنہ ۴۱۱ھ)

(۱۳) خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی قدس سرہٗ (م سنہ ۴۵۹ھ)

(۱۴) خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ الرحمۃ (م سنہ ۵۲۷ھ)

(۱۵) حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ (م سنہ ۶۱۲ھ)

(۱۶) حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ (م سنہ ۶۱۷ھ)

(۱۷) حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ (م سنہ ۶۳۲ھ) ؎

؎ مناقب المحبوبین، حاجی نجم الدین رح

اقتباس الانوار، شیخ محمد اکرم قدوسی رح

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور اُن کے خلفاء

از ڈاکٹر محمد حسین للّہی،

تصانیف وتالیفات

۱: گنج اسرار (بزبان فارسی)

یہ کتاب حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد کے حکم سے سلطان شمس الدین کی تعلیم وتلقین کے لیے لکھی۔ زمانہ تالیف ۶۰۷ھ / ۶۳۳ھ ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے۔

۲: الہامات خواجہ معین الدینؒ

یہ قلمی کتاب دار العلوم دیو بند میں موجود ہے۔

۳: انیس الارواح

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اس میں اپنے پیر و مرشد کی مجالس کا حال لکھا ہے۔

۴: کشف الاسرار

خواجہ علیہ الرحمۃ نے ہندوستان تشریف لانے کے بعد یہ رسالہ طالبان حق کے لیے مرتب فرمایا۔

۵: رسالہ تصوف (منظوم) قلمی

علم تصوف پر آپ کا یہ رسالہ بہت بلند مضامین کا حامل ہے، کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن (انڈیا) میں موجود ہے۔ اس سے آپ کی شاعری اور تعلیم تصوّف پر بڑی روشنی پڑتی ہے۔

۶: رسالہ آفاق و نفس

یہ رسالہ بھی حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کا مصنفہ ہے اس کا ایک قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے۔ [1]

---

[1] معین الارواح

عبادت وریاضت

مجاہدہ وریاضت میں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا شمار مرتاضین[1] کے طبقۂ اولیٰ میں ہوتا ہے۔ آپ قرآن کریم کے حافظ تھے، ہر روز ایک ختم قرآن اور اسی طرح ہر شب ایک ختم قرآن کرتے، عموماً عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا فرماتے۔ بابا فریدالدین علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح سے روایت کرتے ہیں کہ ابتدائے جہادِ نفس کے زمانہ میں آپ سے وُہ ریاضت و مجاہدہ ظہور میں آیا جس نے بڑے بڑے جہادِ اکبر کرنے والوںکو محوِ حیرت میں ڈال دیا، متواتر سات روزوں کو ملا کر آٹھویں روز صرف ۵ مثقال کی ایک ٹکیہ سے افطار فرماتے جسے پانی میں بھگو لیا کرتے تھے۔

لباس بھی آپ کا نہایت سادہ ہوتا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین رح فرماتے ہیں کہ آپ معمولاً ایک دو تائی اوڑھا کرتے تھے جب کسی جگہ سے پھٹ جاتی تو اسے سی لیا کرتے تھے۔

الغرض دُنیا کی طرف سے ایسی اور اس درجہ بے تعلقی تھی کہ بقدرِ ضرورت اس کے اسباب کو کام میں لاتے، ہر وقت عبادتِ مولیٰ میں اپنی زندگی گزارتے تھے۔ [2]

اقوالِ مقدسہ

۱۔ اہلِ عرفان یادِ الٰہی کے سوا اور کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے۔

۲۔ عارف سے ادنیٰ بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ مُلک و مال سے بیزار ہو جاتا ہے۔

---

[1] ریاضت کرنے والے۔

[2] تذکرہ خواجہ معین الدین چشتی رح از مولانا معین الدین اجمیری رح ص ۱۳۵ طبع لاہور۔

۳۔ اگر دوست کی دوستی میں دونوں جہان بھی بخش دیئے جائیں پھر بھی کم ہے۔

۴۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی رضا کسی کو دے تو وہ بہشت کا کیا کرے۔

۵۔ گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا مسلمان بھائی کو ذلیل و خوار کرنا۔

۶۔ نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے۔

۷۔ عارف دُنیا کا دشمن اور خُدا کا دوست ہوتا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے عاشق بھی ہوتے ہیں جنہیں اس کی دوستی نے خاموش کر رکھا ہے انہیں عالمِ موجودات کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی۔

۹۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی ہوتی ہے اس کی جان کو قرار حاصل ہوتا ہے۔

۱۰۔ درویشی اس کا نام ہے کہ جو آئے اسے محروم نہ جانے دے۔ اس کا حال پوچھ کر دلجوئی کرے۔

۱۱۔ حقیقتاً متوکّل وہ ہے جو خلقت کے آزار و رنج پہنچانے پر نہ کسی سے شکایت کرے نہ حکایت۔

۱۲۔ توبہ کے چند مقامات یہ ہیں۔

۱۔ جاہلوں سے دُور رہنا۔

۲۔ باطل کو ترک کرنا۔

۳۔ منکروں سے روگردانی کرنا۔

۴۔ محبوب سے محبت رکھنا۔

۵۔ مظالم کو رَد کرنا۔

۶۔ توبہ درست کرنا۔

۱۳۔ اہلِ محبت وہ لوگ ہیں جو صرف حق تعالیٰ کی بات سُنتے ہیں۔

۱۴۔ دل وُہ ہے جو اپنے حال سے خالی ہو اور مشاہدہ دوست

میں باقی ہو۔

۱۵۔ اے غافل! اسی سفر کا توشہ اختیار کر جو تجھے درپیش ہے یعنی سفرِ آخرت۔

۱۶۔ سب سے اچھا وقت وہ ہے جب کہ وسواس نفس نہ ہوں اور خلقت سے رہائی حاصل ہو۔

۱۷۔ یقین ایک نور ہے جس سے انسان منوّر ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ علم محیط ہے اور معرفت اس کا جزُ، پس خدا کہاں اور بندہ کہاں۔

۱۹۔ جس کو خدا دوست رکھتا ہے اس پر بلا نازل کرتا ہے۔

۲۰۔ عارف وہ ہے جو سوائے ذکرِ حق کے کسی کو دوست نہیں رکھتا۔

۲۱۔ عارف کا کمال یہ ہے کہ اپنے آپکو خدُا کی راہ میں جلا دے۔

۲۲۔ درویش میں اتنی قوّتِ باطنی چاہیئے کہ اگر سُننے والا حکایت اولیاء اللہ میں شک کرے تو اسے مشاہدہ کرا کر قائل کر دے۔

۲۳۔ جب تک مُرشد کی تربیت حاصل نہ ہوگی منزل پر نہ پہنچے گا۔

۲۴۔ دُنیا فانی ہے اور کارہائے دُنیا لایعنی ہے۔[1]

حضور خواجہ غریب نوازؒ کے بعض عملیات

۱۔ مظفر و منصور ہونے کے لیے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ پڑھنا چاہیئے۔

۲۔ برائے حاجت براری [2]

فرمایا کہ حاجت براری کے لیے سورۃ فاتحہ بکثرت پڑھنی چاہیئے، کہ بسم اللہ کے میم کو الحمد کے لام سے ملائے اور آمین کے موقعہ پر ۳ مرتبہ آمین کہے۔

۳۔ بیماروں کی شفایابی کے لیے [3]

---

[1] معین الارواح [2] ، [3] گنج اسرار قلمی، دلیل العارفین، معین الارواح

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ تمام دردوں اور بیماریوں کے لیے شفا ہے، صبح کی نماز اور فرضوں کے درمیان ۴۱ بار مندرجہ بالا ترکیب سے پڑھ کر بیمار پر دم کرنے سے شفا ہو جاتی ہے۔

۴۔ برائے خلاصی از دوزخ

جو شخص ذی الحجہ کے ایام عشر میں سورۃ فجر پڑھے گا اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے محفوظ فرمائے گا۔

۵۔ برائے حصولِ بہشت و دافع البلیات

محرم کی پہلی رات ۶ رکعات نماز پڑھے (دو، دو کر کے) اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ۱۰ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے یا ۲ رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ یٰسین ایک مرتبہ پڑھے اس نماز کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بہشت عطا فرمائے گا اور بلاؤں سے محفوظ فرمائے گا۔

ماہ صفر میں آخر چہار شنبہ کو چار رکعت نماز نوافل ادا کرے اور پھر یہ دُعا پڑھے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ یا شدید القوی یا شدید المحالی یا لآ الٰہ الا انت برحمتک یا ارحم الراحمین ؕ اللہ تعالیٰ بلاؤں سے محفوظ فرمائے گا۔ [1]

خواجہ علیہ الرحمۃ کے مزار مبارکہ پر حاضریاں

دورِ گزشتہ کے بعض اولیاء کاملین کی حاضریاں

۱۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ

۲۔ شیخ شرف الدین بو علی شاہ قلندر پانی پتی علیہ الرحمۃ

---

[1] معین الارواح

۳۔ مولانا فخر الدین زرادی علیہ الرحمۃ

۴۔ شیخ بدیع الدین عرف شاہ مدار علیہ الرحمۃ (مکھن پور)

۵۔ شیخ سلیم اللہ چشتی علیہ الرحمۃ (فتح پور سیکری)

۶۔ حضرت مجدد الف ثانی فاروقی علیہ الرحمۃ

۷۔ شیخ عبداللہ بن سید عمر بن سید حسین حنبلی علیہ الرحمۃ

۸۔ حضرت سید شاہ ابو العلاء علیہ الرحمۃ (اکبر آباد)

۹۔ حضرت سید احمد بن سید میر محمد کالپوی علیہ الرحمۃ

۱۰۔ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ

۱۱۔ شیخ غلام علی شاہ مرشد آبادی علیہ الرحمۃ

۱۲۔ شاہ سید امام ابدال علیہ الرحمۃ

۱۳۔ شاہ محمد سجاد ابو العلائی داناپوری علیہ الرحمۃ

۱۴۔ حاجی وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ (دیوہ شریف)

۱۵۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ

۱۶۔ سید سلطان حسین چشتی صابری امروہوی علیہ الرحمۃ

۱۷۔ حضرت عزیز الرحمٰن شاہ مراد آبادی علیہ الرحمۃ

۱۸۔ سید پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ (علی پور سیداں، سیالکوٹ)

۱۹۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد فیصل آبادی علیہ الرحمۃ

۲۰۔ مولانا حکیم امجد علی علیہ الرحمۃ (مصنف بہار شریعت)

سلاطین امراء اور حکام کی حاضریاں

۱۔ سلطان شہاب الدین غوری

۲۔ سلطان شمس الدین التمش

۳ ۔ سلطان محمود خلجی

۴ ۔ سلطان ظفر خاں

۵ ۔ شہزادہ بہادر خاں

۶ ۔ شیر شاہ ثوری

۷ ۔ سلطان جلال الدین اکبر

۸ ۔ سلطان نور الدین جہانگیر

۹ ۔ سلطان شہاب الدین شاہ جہاں

۱۰ ۔ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر

۱۱ ۔ لارڈ کرزن والسرائے ہندوستان (۱۹۰۲ء)

۱۲ ۔ شاہِ افغانستان امیر حبیب اللہ خاں (۱۹۰۷ء)

۱۳ ۔ نواب حامد علی خاں والیٔ رامپور (۱۹۰۹ء)

۱۴ ۔ میر عثمان علی خاں نظام حیدرآباد دکن

۱۵ ۔ مہاراجہ گوبند سنگھ والیٔ ریاست دتیا

۱۶ ۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد صدرِ اعظم (دولت آصفیہ حیدرآباد دکن)

۱۷ ۔ مہاراجہ رانا اودے بھان سنگھ والیٔ دھولپور

۱۸ ۔ پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم بھارت

۱۹ ۔ راجہ گوپال آچاریہ گورنر جنرل بھارت سرکار

بعض ہمدردانِ قوم، ادیب اور اہل علم کی حاضریاں

۱ ۔ مہاتما گاندھی ۵ ۔ قاضی عبد الغفار مراد آبادی

۲ ۔ مولانا محمد علی جوہر مراد آبادی (۱۹۲۸ء) ۶ ۔ علی سکندر جگر مراد آبادی

۳ ۔ مولانا حسرت موہانی ۴ ۔ مولوی احمد سعید دہلوی ۷ ۔ جوش ملیح آبادی مرحوم

حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کا

در جاں چو کرد منزلِ ما جانانِ ما محمد
صد در کشادہ در دلِ از جانانِ ما محمد

ما بلبلیم نالاں در گلستانِ احمد
ما لولوئیم و مرجان عمانِ ما محمد

مستغرقِ گناہیم ہر چند عذر خواہیم
پژمردہ چو گیاہیم ما یارانِ ما محمد

ما طالب خدائم بر دینِ مصطفائیم
ہر دو گہش گدائیم سلطانِ ما محمد

از درد زخم عصیاں مارا چہ غم چو سازد
از مرہمِ شفاعت درمانِ ما محمد

در باغ و بوستانم دیگر میخواں معینی
باغم بس است قرآن بستانِ ما محمد

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے بعض پیر بھائی اور آپ سے خرقہ یا فیض یافتہ برادران طریقت

۱۔ حضرت شیخ محمد تُرک نارنولوی علیہ الرحمۃ

آپ کا اصل وطن ترکستان تھا۔ وطن سے ترک سکونت کر کے نارنول (پٹیالہ، انڈیا) میں قیام فرمایا، آپ متوکل اور مجرد تھے۔ تمام عمر کسی کو مُرید نہیں کیا۔

۲۔ خواجہ فخر الدین گردیزی علیہ الرحمۃ

آپ سادات حسینی سے ہیں۔ ۵۴۴ھ میں بمقام گردیز (افغانستان) پیدا ہوئے، خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے پیر بھائی ہیں۔

۳۔ حضرت قاضی قدوۃ الدین علیہ الرحمۃ

حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کے مُرید اور خلیفہ ہیں مرُشد کے حکم سے ۵۹۷ھ میں شہاب الدین غوری کے عہد میں ہندوستان وارد ہوئے، اور خواجہ غریب نواز کے حکم سے اودھ میں قیام فرمایا اور دین اسلام کی تبلیغ میں مشغول ہو گئے، ۶۰۵ھ میں وصال ہوا۔

۴۔ شیخ عبداللہ رازی علیہ الرحمۃ

آپ آتش پرست تھے خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے، خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ سے فیض حاصل کیا۔ رَے کے متصل ایران کے رہنے والے تھے۔

۵۔ شیخ صفی الدین ابراہیم رازی علیہ الرحمۃ

اپنے مُرشد عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کی تلاش میں ہندوستان آئے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ سے فیض حاصل کیا اور واپس وطن آ گئے آپ کا مزار مبارک رَے میں ہے۔

۶۔ حضرت خواجہ رومی علیہ الرحمۃ

آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کے مُرید ہیں۔

۷۔ حضرت سیّد محمد مرغوب علیہ الرحمۃ

ساتویں ہجری کے شروع میں آپ بدایوں تشریف لائے، خواجہ عثمان ہارونی کے مُرید تھے۔ بڑے صاحبِ باطن و معرفت تھے، مزار مبارک بدایوں (انڈیا) میں ہے۔

۸۔ حضرت سیّد معین الدین علیہ الرحمۃ

آپ خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کے مُرید ہیں، مزار مبارک بیعانہ (متصل بھرت پور، انڈیا) میں ہے۔

(۹) حضرت قاضی دانیال قطری علیہ الرحمۃ

آپ نواحِ قطر سے سکونت ترک کرکے وارد ہندوستان ہوئے پہلے لاہور میں مقیم رہے اور پھر دیوبند میں رہ کر لوگوں کو فیضیاب کیا اور شہرت حاصل کی۔ شمس الدین التمش کی فرمائش پر بدایوں تشریف لے گئے آپ کا مزار مبارک بدایوں میں ہے۔

آپ کی اولاد میں علم و فضل نسلاً بعد نسلاً چلا آرہا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کی عقیدت نے سلسلہ چشتیہ کے زمرہ میں آپکو داخل کردیا تھا۔[1]

مقتدر خلفاء اور مُریدین

۱۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی علیہ الرحمۃ (م ۶۳۳ھ)

۲۔ سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ (م ۶۷۲ھ)

۳۔ شیخ معین الدین علیہ الرحمۃ

۴۔ حضرت قاضی حمید الدین علیہ الرحمۃ (م ۶۴۳ھ)

---

[1] معین الارواح ص ۱۷ تا ۳۷ طبع انڈیا

گلزارِ ابرار، اکمل التواریخ، سیر الاقطاب، تاریخ سلف وغیرہ۔

۵۔ شیخ وجیہہ الدین خراسانی علیہ الرحمۃ (م ۶۲۵ھ) ہرات (افغانستان)

۶۔ شیخ برہان الدین علیہ الرحمۃ (م ۶۶۴ھ) اجمیر شریف

۷۔ شیخ احمد علیہ الرحمۃ (م ۶۳۰ھ) اجمیر شریف

۸۔ حضرت شیخ شمس الدین فوقانی علیہ الرحمۃ (م ۶۷۴ھ) احمد آباد (انڈیا)

۹۔ اجے پال جوگی المعروف بہ عبداللہ بیابانی علیہ الرحمۃ (م ۶۹۴ھ)

۱۰۔ حضرت سید حسین مشہدی خنگ سوار علیہ الرحمۃ (م ۶۹۸ھ) اجمیر شریف

۱۱۔ مولانا حکیم ضیاء الدین بلخی علیہ الرحمۃ

۱۲۔ شیخ نظام الدین ناگوری علیہ الرحمۃ

۱۳۔ شیخ مجدد الدین سنجری علیہ الرحمۃ

۱۴۔ مولانا احمد خادم علیہ الرحمۃ اجمیر شریف

۱۵۔ حضرت شیخ مہتا یا متا علیہ الرحمۃ

۱۶۔ شیخ علی سنجری علیہ الرحمۃ مزار مبارک زیر مسجد قوۃ الاسلام دہلی

۱۷۔ شیخ عبداللہ کرمانی علیہ الرحمۃ

۱۸۔ پیر کریم سیوتی علیہ الرحمۃ (م ۶۳۳ھ)

۱۹۔ محمد حسن مکی المعروف بہ پیر مکہ بدایونی علیہ الرحمۃ

۲۰۔ حضرت حالا علیہ الرحمۃ (م ۵۸۰ھ) مزار جاج مئو میں ہے۔

۲۱۔ شیخ صدر الدین کرمانی رح

۲۲۔ شیخ محمد یادگار سبزواری علیہ الرحمۃ (م ۶۴۸ھ)

۲۳۔ حضرت شیخ برہان جی سدا سہاگ علیہ الرحمۃ (م ۶۰۰ھ) اجمیر شریف

۲۴۔ حضرت قادر سعید علیہ الرحمۃ (م ۶۰۰ھ) اجمیر شریف

۲۵۔ حضرت شیخ داؤد بن شیخ سلیم علیہ الرحمۃ (م ۶۰۰ھ) اجمیر شریف

۲۶ - حضرت احمد خان درانی علیہ الرحمۃ (م ۶۰۲ھ)

۲۷ - حضرت اصغر قندھاری علیہ الرحمۃ (م ۶۱۵ھ) دہلی

۲۸ - حضرت احمد خاں غلزئی علیہ الرحمۃ (م ۶۰۳ھ) قنوج

۲۹ - حضرت سفیان احمد علیہ الرحمۃ (م ۶۱۵ھ) دہلی

۳۰ - حضرت معروف شہاب الدین قریشی علیہ الرحمۃ (م ۶۳۶ھ) اجمیر شریف۔

۳۱ - خواجہ یادگار م خرم علیہ الرحمۃ (م ۶۱۲ھ) غزنی (افغانستان)

۳۲ - حضرت خواجہ سبز یادگاری علیہ الرحمۃ (م ۶۱۵ھ) قندھار (افغانستان)

۳۳ - حضرت شیخ وجیہہ الدین علیہ الرحمۃ (م ۶۷۲ھ) ملتان

۳۴ - حضرت خواجہ محی الدین علیہ الرحمۃ اجمیر شریف

۳۵ - حضرت احمد شہاب کوفی اجمیر شریف

۳۶ - حضرت یعقوب خاں علیہ الرحمۃ دہلی (م ۶۹۸ھ)

۳۷ - حضرت خواجہ شاہ علیہ الرحمۃ (م ۶۸۱ھ) دہلی

۳۸ - حضرت ابوالفرح قریشی علیہ الرحمۃ (م ۶۱۰ھ) دہلی [1]

حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے بعض معاصرین کرام

۱ - حضرت مولانا شمس الدین محمد بن علی بن ملک داؤد التبریزی علیہ الرحمۃ

آپ مولانا شیخ ابوبکر سلہ باف[2] تبریزی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ بعض تذکرہ نگار آپکو کمال خجندیؒ یا رکن الدین سنجاسی رح کا مرید قرار دیتے ہیں۔ صاحب نفحات الانس مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ لکھتے ہیں کہ آپ نے ان تینوں بزرگوں کی صحبت سے استفادہ کیا۔

---

[1] معین الارواح [2] ٹوپیاں بنانے والا۔

آپ مادر زاد ولی تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ چودہ سال کی عمر میں اپنے مکتب میں عشق محمدی میں یوں محویت اختیار کرتا تھا کہ چالیس روز و شب لگاتار کھائے پیئے بغیر رہتا، لوگ مجھے کھانے کو کہتے تو میں سر یا ہاتھ کے اشارے سے معذرت کر دیا کرتا تھا۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ صاحب مثنوی معنوی آپ کے عقیدتمندوں میں سے تھے، آپ سے ایک عرصہ تک فیض صحبت پایا۔

آپکو چند ابدی بدبختوں نے قتل کر کے لاش کنوئیں میں ڈال دی، قاتلانِ شیخ کی موت بڑی عبرت ناک ہوئی اللہ تعالےٰ نے ہر ایک کو تھوڑے ہی وقت میں دردناک بیماریوں میں مبتلا کر کے مارا۔ آپکو کنوئیں سے نکالا اور حضرت رومیؒ کے مدرسہ کے بانی امیر بدرالدین کے مزار کے پہلو میں دفن کر دیا۔ ۶۴۵ھ میں وصال ہوا۔ [۱]

۲۔ مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ

۶۰۴ھ میں بلخ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ نشو و نما روم میں پائی، طریقت میں اپنے والدگرامی سے بیعت تھے۔ فقر میں بلند مقام کے مالک تھے۔ آپ نے اپنا دارالعلوم جاری کیا تو اس میں ہر روز چار سو طلباء درس لیتے تھے۔ آپ کے اشعار مضامین معرفت اور توحید سے پُر تھے ولی مادر زاد تھے۔ ۶ سال کی عمر میں تین دن کے بعد روزہ افطار فرماتے۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ مکہ مکرمہ میں تشریف لے گئے راستہ میں نیشاپور میں حضرت خواجہ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپکو "کتاب اسرار نامہ" دی، آپ ہمیشہ اس کا مطالعہ کرتے رہتے۔

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہوری صہ ۲۳۶ طبع لاہور (اردو)
حیات صوفیہ تلخیص نفحات الانس صہ ۶۱۷ طبع صادق آباد

عمر کے آخری حصّہ میں آپ اپنے دوستوں کو کہا کرتے تھے کہ میرے انتقال کرنے پر غم نہ کرنا، میں ہر وقت اور ہر آن تمہارے ساتھ ہی ہوں گا۔ میرے رُوح کے دو تعلق ہیں ایک جسم کے ساتھ اور ایک تمہارے ساتھ، جب میں جسم کی قید سے آزاد ہوگیا تو میرے دونوں تعلقات تمہارے ساتھ ہو جائیں گے۔

۶۷۲ھ میں وصال ہوا۔ آپ کا مزار پُر انوار قونیہ میں ہے۔ آپ کی مثنوی کو دُنیا میں بے حد شہرت حاصل ہوئی۔ [۱]

۳۔ شیخ فریدالدین عطّار علیہ الرحمۃ

آپ موضع کدکن کے رہنے والے تھے یہ گاؤں نیشاپور کے نزدیک تھا آپ کی ولادت ۵۱۳ھ میں ہوئی۔

شیخ مجدالدین بغدادی علیہ الرحمۃ سے بیعت کی، شیخ رکن الدین اکاف علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر توبہ کی اور وقت کے مشہور مشائخ اور بزرگان دین کی صحبت میں بیٹھے، بڑے صاحبِ وجد و تواجد بزرگ تھے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت حسین بن حلاج کی رُوح نے ڈیڑھ سو سال بعد حضرت عطّار کی ذات پر اثر کیا، اس طرح حضرت عطّار آپ کے زیر اثر آئے۔

مولانا جامیؒ نفحات الانس میں لکھتے ہیں، کہ توحید و اسرار کے جتنے معارف حضرت فریدالدین عطّار کی مثنویوں اور غزلیات میں پائے جاتے ہیں، کسی دوسرے صُوفی شاعر کے ہاں نہیں ملتے۔

آپ کی مشہور کتابیں، پندنامہ، تذکرۃ الاولیاء۔ الٰہی نامہ، شتر نامہ، منطق الطیر وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی حضرت عطّار کو ان الفاظ میں دادِ تحسین پیش

---

[۱] حیات صوفیہ صـ ۶۱۰، خزینۃ الاصفیاء صـ ۲۸۲

کرتے ہیں ؎ ہفت شہر عشق را عطار گشت
ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

۶۲۸ھ وصال ہوا۔ مزار پُر انوار نیشاپور میں ہے۔[۱]

۴۔ حضرت شیخ محی الدین محمد بن علی بن العربی قدس سرہٗ

اندلس کے علاقہ مرسیہ میں ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے، تصوف میں ان کے خرقہ کی نسبت ایک واسطہ سے شیخ محی الدین عبد القادر گیلانی علیہ الرحمۃ تک پہنچتی ہے اور خرقہ میں ان کی دوسری نسبت ایک واسطہ سے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچتی ہے۔

آپ وحدت الوجود کے قائل حضرات کے مقتداء ہیں اور بہت سے فقہاء اور علماء ظاہر نے ان پر طعن کیا ہے اور علماء اور صوفیاء کی ایک جماعت نے ان کو بزرگ مانا ہے۔ ۲۵۰ سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔

۶۳۸ھ کو مسجد دمشق میں وفات پائی اور دمشق کے باہر جبل قاسیون کے دامن میں مدفون ہوئے اور اس وقت یہ جگہ صالحہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ سے ان کا حال پوچھا گیا تو فرمایا:

"ھو بحر الحقائق" وہ حقائق کا سمندر ہے۔

امام یافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ان کے اشعار لطیف اور نادر تھے۔[۲]

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

مسئلہ تکفیر شیخ محی الدین ابن العربی بہت نازک ہے مولانا نواب صاحب بھوپالی مرحوم "تکثار" میں علامہ شوکانی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ۴۰ سال تک شیخ کی تکفیر کی آخر میری رائے غلط معلوم ہوئی تو میں نے رجوع کیا، نواب صاحب

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء صـ ۲۲۶

[۲] حیاتِ صوفیہ صـ ۶۸۳ طبع صادق آباد

مرحوم شیخ ممدوح کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور مولانا نذیر حسین (دہلوی) شیخ ممدوح کو شیخ اکبر لکھتے ہیں۔ (معیار الحق صـ ۱۲۸) [1]

۵۔ شیخ محمد عارف ریوگری علیہ الرحمۃ

آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ وسجادہ نشین ہیں۔ اولیائے کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے، دمشق کی مسجد حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ اور خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ اور شیخ احد الدین علیہ الرحمۃ (کرمانی) سے ملاقات ہوئی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہیں۔ [2]

سنہ ۶۱۶ھ میں وصال ہوا۔ مزار ریوگر (بخارا) میں ہے۔

۶۔ شیخ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ

خواجہ امام ابویوسف ہمدانی علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ ہیں، مولود بخارا غجدوان ہے۔ ذکر خفی آپ ہی سے شروع ہوا۔ وفات سنہ ۶۱۶ھ میں ہوئی، مزار مبارک غجدوان میں ہے۔ [3]

۷۔ شیخ وجیہ الدین ابوحفص علیہ الرحمۃ

آپ سید عمدیہؒ کے خلیفہ ہیں اولیاء کبار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی علیہ الرحمۃ (ساکن سہرورد جو عراق و عجم میں متصل زنجان ایک قصبہ ہے) کو آپ ہی سے فیض کامل ہوا۔ شیخ موصوف آپ کے برادرزادہ ہیں۔ [4]

---

[1] فتاوی ثنائیہ جلد اول صـ ۴۳۳ طبع لاہور

[2] حیات صوفیہ صـ ۵۰۵

[3] حیات صوفیہ صـ ۵۰۲

[4] معین الارواح صـ ۸۰

تأثرات

ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ کا عین مرکزِ حکومت میں قیام فرما کر تبلیغ اسلام کرنا حضرت خواجہ کی اولوالعزمی، بلند ہمتی اور بلند نظری کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت خواجہ اور آپ کے خلفاء کی کوششوں سے اس ملک میں اسلام کی وسیع اشاعت بلاشبہ بعد کی نسلوں پر احسانِ عظیم ہے۔

مولانا غلام علی بلگرامی لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بزرگانِ سلسلہ چشت کا ملک ہندوستان پر حق قدیم ہے۔

مرزا محمد اختر دہلوی لکھتے ہیں:

حضرت سلطان العارفین سراج السالکین خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجری ہندالولی، عطائے رسول ثم اجمیری قدس سرہٗ العزیز کہ عظمائے اولیاء کبریٰ و مشائخ چشت سے ہیں۔ اوصافِ حمیدہ اور کراماتِ عجیبہ مشہور ہیں۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

خواجہ بزرگ معین الحق والدین والملۃ حسن الحسینی سنجری قدس سرہٗ کہ سر حلقہ مشائخ کبار و اقدم سلسلہ چشتیہ ایں دیارست۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

ان دنوں اجمیر راجپوت سامراج کا مضبوط مرکز اور ہندوستان کا

مذہبی گڑھ تھا، دُور دُور سے ہندو اپنی مذہبی رسومات پوری کرنے کے لیے وہاں جمع ہوتے۔

ایک ایسے زبردست سیاسی اور مذہبی مرکز میں قیام کا فیصلہ نہ صرف خواجہ علیہ الرحمۃ کے عزائم کی ترجمانی کرتا ہے بلکہ ان کے غیر معمولی خود اعتمادی کا بھی آئینہ دار ہے۔

شیخ محمد اکرم قدوسی لکھتے ہیں:

آپ کا شمار اکابر اربابِ تصوف اور عظیم مشائخ طریقت میں ہوتا ہے' .... آپ کا مقام بہت بُلند ہے، فقر و فاقہ میں آپ یگانہ روزگار تھے اور علومِ ظاہری و باطنی میں بے نظیر تھے..... آپ نائب رسول اور سلطان الہند کے خطاب سے نوازے گئے۔

صاحبِ مناقب المحبوبین لکھتے ہیں:

آپ کے وصال کے وقت آپ کی پیشانی مبارک پر سبز حروف میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ "حبیبُ اللّٰہ مات فی حب اللّٰہ"

(اللہ کا حبیب جو اللہ کی محبت میں فوت ہوا۔)

صاحبِ حدائق الحنفیہ لکھتے ہیں:

آپ اپنے وقت کے قطب الاقطاب، امام الطریقت' صاحبِ ریاضت و مجاہدہ، حنفی المذہب، شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ہندوستان میں دین اسلام آپ ہی کے طفیل سے مشہور و منتشر ہوا"

صاحبِ معین الارواح لکھتے ہیں:

تبلیغ اسلام کیلئے نہ کبھی آپ نے تلوار اٹھائی نہ برسرِ منبر کوئی وعظ کیا،

گروہ کے افراد بھی تھے جو چھوت چھات کی وجہ سے مسلمانوں کے پرچھائیں تک سے پرہیز کرتے تھے، نہ آپ کی زبان فارسی جانتے تھے نہ وُہ پہلے سے آپ کی شخصیت اور آپ کے نیک کردار سے واقف تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ نووارد اجنبی شخص کون ہیں اور کس خصلت کے ہیں تاہم وہ آپ کے فیض صحبت سے متاثر ہو کر خود بخود مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان خدمات کے پیش نظر آپ نے ہندالولی اور نائب رسول فی الہند کے خطابات پائے۔

صاحب خواجگان چشت لکھتے ہیں:

آپ ہی وہ بزرگ ہیں جن کے قدموں کی برکت سے ہندوستان میں دین اسلام پھیلا۔ ہندوستان میں آپ امام الطریقت، خواجہ غریب اور ولی الہند کے لقب سے ملقب ہوئے۔

نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں:

معین الدین چشتی سنجری زبدۃ الاولیاء و قدوۃ الاصفیاء از نمایت شہرت محتاج ۔ (شمع انجمن صـ۲۶۴)

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

راجپوتانہ (ہندوستان) میں اسلام کی اشاعت حضرت معین الدین چشتی رح کے ذریعہ ہوئی۔۔۔۔۔۔۔ آپ متبع سنت تھے۔"

فتاوی ثنائیہ جلد اوّل

طبع لاہور فروری ۱۹۷۲ء

(الحمد للہ رب العلمین۔)